سہ ماہی مجلہ

تمام عالم اسلام کو عید میلاد النبی ﷺ مبارک ہو

دعوتِ اہلسنت

اہل حق اہلسنت کا ترجمان



- درسِ قرآن
- شرح حدیث جبرئیل (قسط دوم)
- روایت دارمی کی تائید میں زبیر علیزئی غیر مقلد کے پیش کردہ دلائل کا محاسبہ (قسط اول)
- تحریفِ قرآن (قسط دوم)
- تکبیر کب کہی جائے؟
- ماتم کی شرعی حیثیت
- حضرت امام زہری کی روایات اوران کا جائزہ
- جمعہ کی اذانِ ثانی کا خارجِ مسجد ہونا ہی سنت کے موافق ہے
- تعویذ اور وہابی (قسط دوم)
- ضربِ نعیمی بر ذکاء اللہ نجدی
- زبیر علی زئی کے جھوٹ

پاسبان اہلسنت وجماعت (پاکستان)

یا اللہ عزوجل

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اہلِ حق اہلسنت کا ترجمان

سہ ماہی مجلہ

دعوتِ اہلسنت

شمارہ نمبر 02 جنوری، فروری، مارچ 2013ء

بفیضانِ نظر

فرید الدہر، وحید العصر، حجۃ الخلف، تاج المحققین، سراج المدققین، شیخ الاسلام و المسلمین، خاتمۃ الفقہاء والمحدثین، سلطان العلماء المتبحرین، برہان الفضلاء المصدرین، بحر العلوم، کاشف السر المکتوم، زین العرب والعجم، مفیض الکمالات الربانیہ علی العالم اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، مجدد دین و ملت مفتی امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مدیر: مناظرِ اسلام، استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر مفتی عبد المجید سعیدی حفظہ اللہ

منتظمِ اعلیٰ: مناظرِ اہلسنت علامہ مولانا محمد علی حنفی حفظہ اللہ

نائب مدیر: محققِ اہلسنت، قاطعِ وہابیت علامہ قاری ارشد مسعود چشتی حفظہ اللہ

دعوتِ اہلسنت کی معلومات کے لئے رابطہ نمبر: 0324-2311741

قیمت فی شمارہ 30 روپے

پاسبان اہل سنت و جماعت (پاکستان)

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
1	درسِ قرآن	خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا امام الدین کوٹلوی رحمہ اللہ	3
2	شرح حدیث جبرئیل (قسط دوم)	شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ	5
3	روایتِ دارمی کی تائید میں زبیر علیزئی غیر مقلد کے پیش کردہ دلائل کا محاسبہ (قسط [illegible])	مناظرِ اسلام مفتی عبدالمجید سعیدی	8
4	تحریفِ قرآن (قسط دوم)	مناظرِ اہلسنّت فاتح رافضیت مولانا غلام علی فاروقی	20
5	تکبیر کب کہی جائے؟	مناظرِ اہلسنّت وکیلِ احناف قاری محمد ارشد مسعود چشتی	26
6	ماتم کی شرعی حیثیت	مناظرِ اہلسنّت فاتح رافضیت مولانا غلام علی فاروقی	38
7	ضربِ نعیمی برذکاء اللہ نجدی	حضرت علامہ شیخ عدنان احمد خان چشتی	44
8	حضرت امام زہری کی روایات اوران کا جائزہ (قسط اول)	مناظرِ اہلسنّت وکیل صحابہ مولانا محمد علی رضوی	64
9	جمعہ کی اذانِ ثانی کا خارج مسجد ہونا ہی سنت کے موافق ہے	میثم عباس قادری رضوی	67
10	تعویذ اور وہابی (قسط دوم)	قاطع وہابیت مولانا ابوریحان رضوی	77
11	زبیر علی زئی کے جھوٹ	حضرت علامہ سعید اللہ خان قادری	88

درس قرآن

خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا امام الدین کوٹلوی رحمہ اللہ

انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہرناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے (ترجمہ رضوی)

آیت مذکورہ بالا میں لفظ اہل بیت حضور ﷺ کے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں وارد ہوا ہے نہ کہ آلِ رسول کے حق میں، آلِ رسول کو تو حضور ﷺ نے دعا مانگ کر داخل کیا تھا۔

قرآن شریف کو غور سے پڑھو اور سوچو کہ اہل بیت خدا نے کس کو کہا ہے۔ پارہ ۲۱ سے ۲۲ تک پڑھو تمام رکوع میں حضور ﷺ کے ازواج ہی مراد ہیں۔ یایها النبی قل لازواجك ان کنتن تردن الحیوٰة الدنیا وزینتها سے لے کر واعتدنا هم رزقا کریما تک تلاوت کرو۔

اس کے بعد پھر حضور ﷺ کے ازواج کو مخاطب فرمایا:

ینساء النبی لستن کاحد من النساء الخ تا انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس الخ

یعنی ”اے نبی کی عورتو! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم اللہ سے ڈرتی رہو۔ پس نرم نرم بات نہ کہو۔ پھر طمع کرے گا وہ شخص جسکے دل میں بیماری ہے اور بات اچھی کہو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو باہر نہ نکلو۔ جیسا کہ جہالت میں دستور تھا۔ نماز پڑھا کرو زکوٰۃ دیا کرو۔ خدا اور رسول کی تابعداری کیا کرو۔ تحقیق اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کردے تم سے بری باتیں اے گھر والو اور پاک کردے تم کو پاک کرنا۔“

پھر آگے فرمایا واذکرن مایتلی فی بیوتکن من ایات الله والحکمة ان الله کان لطیفا خبیرا یعنی ”یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں، اور حکمت۔ تحقیق ہے

اللہ بھیدوں کا خبر رکھنے والا۔"

حاصل مطلب ان دونوں آیتوں کا یعنی انما یرید اللہ الخ اور واذکرن مایتلی علیکم کا یہ ہے کہ "اے نبی کی بیویو! ہم ارادہ کرتے ہیں کہ تم کو آلودگی گناہوں سے پاک رکھیں اور تم پر لازم ہے کہ جو آیتیں ہم بھیجیں ان کو اپنے گھروں میں دن رات تلاوت کیا کرو تحقیق اللہ تعالیٰ سب باتوں کا جاننے والا ہے۔" لفظ اہل بیت سے اکثر گھر کی عورتیں ہی مراد ہوتی ہے۔ فارسی میں اہل خانہ، عربی میں اہلبیت سے گھر کی عورت ہی مراد ہوتی ہے۔ پنجابی میں بھی جس کی عورت مرجائے تو یہ کہتے ہیں کہ اس کے گھر کی فوت ہوگئی ہے۔ یا کوئی سائل کسی کے گھر جائے۔ اگر اس گھر میں رہنے والی گھر نہ ہو تو اس میں اسکی دختر یا داماد ہی کیوں نہ ہو تو یہی کہیں گے کہ گھر والی گھر نہیں ہے۔ ایسا اس آیت سے نہ حضرت علی مراد ہیں نہ حسن نہ حسین رضی اللہ عنہم۔ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہی مراد ہیں۔

قرآن شریف میں دوسری جگہ جہاں لفظ اہل بیت کا آیا ہے۔ وہاں بھی زوجہ ہی مراد ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی کو جب فرشتوں نے بیٹا ہونے کی خوشخبری دی تو مائی صاحبہ سائرہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہائے افسوس کہ میں جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرا خاوند بھی بوڑھا۔ یہ نہایت تعجب ہے۔ فرشتوں نے کہا۔ قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید (پارہ ۱۲ رکوع ۷) یعنی "کہا فرشتوں نے کیا تو تعجب کرتی ہے۔ خدا کے حکم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں تم پر اپنے گھر والو تحقیق وہی تعریف کیا گیا ہے بزرگ۔" اس سے یہ اعتراض بھی رفع ہوگیا کہ "یطھرکم" مذکر کا صیغہ ہے یہاں بھی "علیکم" مذکر ہی ہے مگر مراد مؤنث ہے، اس جگہ بھی لفظ اہل بیت سے مراد خلاف محاورہ قرآن غیر ازواج کیوں ہو۔ جب بیٹیاں یا نواسے یا داماد دوسرے گھروں میں رہائش کر لیتے ہیں تو ان پر اس لفظ کا اطلاق کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں رہتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی نکاح کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر چلی گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں صرف بیویاں ہی تھیں۔ اس لیئے اہل بیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج رضی اللہ عنہن ہی مراد ہیں۔ (ماہ طیبہ، مارچ ۱۹۵۵ء) ☆☆☆☆☆

شرح حدیث جبرئیل

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ

(قسط دوم)

۵ احسان باب افعال کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ حُسنٌ ہے۔ جب اس کا مفعول بغیر حرف جر کے آتا ہے تو اس کے معنی اچھا کرنے کے آتے ہیں۔ اور جب الیٰ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کو نفع پہنچانے کے۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ عبادت کے اندر احسان کیا ہے۔ اسے یوں فرمایا۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ

اللہ کی عبادت یوں کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو پس اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ تم عبادت میں یہ تصور رکھو گویا کہ اللہ عزوجل کو تم دیکھ رہے ہو۔ کیونکہ تم اسے نہیں دیکھتے اور نہ دیکھ سکتے ہو۔ مگر وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اسی کو دوسری حدیث میں یوں فرمایا۔

اُعْبُدْ رَبَّکَ فِیْ جَمِیْعِ الْاَحْوَالِ کَعِبَادَتِکَ فِیْ حَالِ الْعِیَانِ

ہر حالت میں اپنے رب کی یوں عبادت کرو جیسے حالت مشاہدہ میں کرتے۔

اس تقدیر پر احسان کا صرف ایک درجہ ہوا۔ وہ یہ کہ اللہ کی عبادت یوں کریں گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یوں عبادت کرو کہ گویا تم کو وہ دیکھ رہا ہے۔

اب احسان کے دو درجے ہوئے۔ ایک یہ کہ عبادت کے وقت یہ خیال جما رہے کہ اللہ عزوجل کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال جما رہے کہ وہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب بندے کو یہ حضور حاصل ہو کہ اللہ عزوجل ہم کو ہمارے ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہے تو پھر نہ کوئی طاعت چھوٹے گی نہ اس کے آداب و شرائط میں کوئی کمی ہوگی۔ اور نہ کوئی گناہ پر جرأت

ہوگی۔اس کی مثال یہ ہے کہ مالک دروازے پر بیٹھا ہوا نوکروں سے کام لے رہا ہے۔نوکر اپنے کام میں لگے ہیں۔مالک کو نہیں دیکھتے مگر یہ جانتے ہیں کہ مالک ہم کو دیکھ رہا ہے۔تو کام میں نہ کمی کریں گے نہ قصداً کام بگاڑینگے۔بخلاف اس کے کہ مالک موجود نہ ہو۔

لیکن اگر دربارِ شاہی میں کوئی شہنشاہ کے روبرو موجود ہو شہنشاہ کے چہرے پر اس کی نظر ہو تو اس کا کیا حال ہوگا۔ظاہر ہے کیا وہاں حکم عدولی کی جرأت ہوگی؟ تعمیل حکم میں تاخیر کی مجال ہوگی؟ کیا آداب دربار کی خلاف ورزی ہوگی؟ کیا کوئی اپنے کو لایعنی باتوں میں مشغول رکھے گا؟ خصوصاً جبکہ شہنشاہ ایسا ہو جو ظاہر و باطن سب اس پر منکشف ہوں۔آنکھوں کی چوری سے لے کر سینے کے اندر تک مطلع ہو۔دل کی دھڑکنوں کے ساتھ خطرات بھی اس سے پوشیدہ نہ ہوں عمداً تو بہت دور ہے کیا دل میں بغاوت سرکشی حکم عدولی کا وہم بھی آسکے گا؟

اور سوچو جبکہ مالک حقیقی ذوالجلال والجبروت ہو اور اس کے ساتھ حسن و جمال میں بھی لاشریک لہ تو حاضر باش کا کیا حال ہوگا۔

ذوق ایں می نشناسی بخدا تا نہ چشی

یہ حضور اقدس ﷺ کے ان جوامع کلم میں سے ہے کہ اس کی تشریح سے دفتر کے دفتر تیار ہو سکتے ہیں یہی تصوف کی اصل ہے۔جس کی شرح میں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں اور ہزاروں لکھی جائیں گی اور جو لکھی گئیں یا جو لکھی جائیں گی وہ ایک قطرہ بھی اس بحر ناپیدا کنار کا نہیں۔ان سب کی تفصیل یہ ہے کہ ایمان اصل الاصول ہے اسکی فرع اعمال ہیں اعمال کی ادائے کے اعتبار سے تین درجے ہیں۔

اول: حسب تفصیل فقہ،شرائط کے ساتھ ارکان ادا کر لیے جائیں۔اس سے آدمی فرض سے سبکدوش ہو جاتا ہے یہ عوام کے لیے ہے۔

دوم: عبادت میں کم از کم یہ تصور ہو کہ معبود ہمیں دیکھ رہا ہے یہ خواص کا مقام ہے۔

سوم: عبادت میں یہ حضور و شہود ہو گویا عابد معبود کو دیکھ رہا ہے۔یہ اخص الاخواص کا مقام ہے۔

عمارہ بن قیقاع کی روایت اور حضرت انس کی حدیث میں ان تعبد اللہ کے بجائے ان تخشی اللہ ہے اب احسان سے مراد عبادت کا احسان نہیں ہوگا بلکہ اسلام کا احسان ہوگا۔ اب سوال یہ ہوا کہ اسلام کا احسان کیا ہے؟ جواب ارشاد ہوا، اللہ سے یوں ڈرتے رہو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو یوں ڈرتے رہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے یہاں تخشی اللہ کا مفعول محذوف ہے۔ جو عموم کا افادہ کرتا ہے۔ کہ ہر وقت اللہ سے ان دونوں تصور میں سے ایک ساتھ ڈرتے رہو۔ خواہ حالتِ عبادت میں ہو خواہ کسی حالت میں یہ دوام اپنے دونوں مدارج میں سے کسی ایک درجے میں جسے بھی نصیب ہو جائے اسکے مدارج کا اندازہ کون لگا سکے گا۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوْالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

کَاَنَّکَ تَرَاہُ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں بیداری کے ساتھ چشم سر سے دیدار الٰہی ممکن نہیں۔ ورنہ کَاَنَّکَ (گویا دیکھ رہے ہو) نہ فرماتے بلکہ یہ فرماتے یوں عبادت کرو کہ اسے دیکھو اس پر مسلم شریف کی یہ حدیث دلیل ہے کہ فرمایا۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّکُمْ لَنْ تَرَوْا رَبَّکُمْ حَتّٰی تَمُوْتُوْا

جان لو! موت سے پہلے اپنے رب کا دیدار ہر گز نہ کرو گے۔

حضور اقدس ﷺ کا دیدار الٰہی کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ یہ احادیث اس کے لئے مخصص ہیں۔ رہ گیا خواب میں وہ صحابۂ کرام، اولیاء کرام کے لیے حاصل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رأیت ربی فی سکک المدینۃ میں نے اپنے رب کو مدینے کی گلیوں میں دیکھا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کو سو مرتبہ اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو کئی مرتبہ خواب میں زیارت ہوئی۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

روایتِ دارمی کی تائید میں زبیر علیزئی غیر مقلد کے پیش کردہ دلائل کا محاسبہ

مناظرِ اسلام مولانا عبدالمجید سعیدی

(قسط اول)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: ذکر بہ ہیئت کذائیہ کے بدعت ہونے کے متعلق منجانب وہابیہ پیش کی جانے والی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک مشہور روایت (جو محدث دارمی کی مخرجہ ہے) کے بارے میں آپ نے اپنے رسالہ ''تحقیق روایت دارمی'' (مشمولہ مصباح سنت بجواب راہ سنت) میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ وہ سنداً ومتناً ہر طرح سے مطعون ومخدوش ہے بالفاظ دیگر وہ کسی طرح صحیح ثابت نہیں ہے۔

لیکن اس کے برعکس غیر مقلد عالم حافظ زبیر علی زئی نے اپنے ماہنامہ رسالہ ''الحدیث'' حضرو (جلد ۹، شمارہ ۶ اور ۷، مئی جون ۲۰۱۲ء) میں روایت مذکورہ کے لائق احتجاج اور صحیح ہونے کے دلائل وشواہد پیش کیے ہیں۔

رسالہ کی کاپی روانہ ہے پہلی فرصت میں جواب مطلوب ہے۔

شکریہ

(۱) محمد علی حنفی (۲) محمد رضا المحسنی (۳) محمد ظفر رضوی

حیدرآباد سٹی صوبہ سندھ پاکستان (مطابق ۱۱ نومبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار)

الجواب وباللہ التوفیق والسدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

روایت مذکورہ (فی السؤال و مسئول عنہا) کے متعلق صحیح تحقیق وہی ہے جو رسالہ ''تحقیق روایت دارمی'' میں پیش کی گئی ہے۔

اس حوالہ سے غیر مقلد مذکور کا بیان کردہ موقف غلط ہے اور دیئے گئے دلائل غیر معیاری نیز مغالطات ہیں۔ موصوف نے اسے ازراہ تعصب محض اپنے مذہب کی ناک بچانے کی غرض سے صحیح بنا کر پیش کرنے کی غیر مشکور سعی کی ہے۔ جسکا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اہل سنت کو ''آل بریلی'' کے لفظوں سے یاد کر کے ان پر بلاوجہ کیچڑ اچھالا ہے نیز ان سے اپنے چھپے بغض وعناد کی بنیاد پر بلادلیل یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ان کا ''مذہب ضعیف و موضوع روایات پر قائم ہے'' ملاحظہ ہو (ص ۸۴ الحدیث مذکور) فالی اللہ المشتکیٰ جبکہ درحقیقت اسکا مورد خود انہی کا گروہ ہے جسکی ایک مثال یہ ہے کہ عموماً غیر مقلدین چوتھے دن بھی قربانی کرتے ہیں جسکی مرفوعاً، موقوفاً سب روایتیں ضعیف ہیں (وغیر ذلك من الامثلة) الغرض اس کے مصداق بھی خود موصوف کے فرقہ والے ہیں۔

بناءً علیہ حقیقت واقعیہ کے مطابق اگر ہم یہ کہدیں کہ ''آل شیخ نجدی'' کا مذہب محض مغالطات اور ہیرا پھیری پر اچھلتا کودتا اور گھومتا ہے تو کچھ زیادتی نہ ہوگی۔ تو لیجئے اب پڑھیئے موصوف کے پیش کردہ نام نہاد دلائل کے جوابات۔

فاقول وباللہ التوفیق: سب سے پہلے یہ ذہن نشین کیجئے کہ زیر بحث روایت کی سند حسب تخریج محدث دارمی اسطرح ہے:

''اخبرنا الحکم بن المبارك انا عمر بن یحیٰ قال سمعت ابی یحدث عن ابیه قال'' یعنی دارمی نے کہا ہمیں حکم بن مبارک نے بتایا انہوں نے کہا ہمیں عمر بن یحیٰ نے خبر دی انہوں نے کہا میں نے اپنے والد کو اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے سنا الخ۔ ملاحظہ ہو (دارمی۔ ج ۱، ص ۷۹، ۸۰، باب ۲۳، حدیث ۲۰۴، فی کراھیة اخذ الرأی طبع دار الکتب العربی بیروت مطبوعہ ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۷ء)

اقول: ''عمر بن یحیٰ'' سہو کتابت وغیرہ سے ہے۔ صحیح ''عمرو بن یحیٰ'' ہے۔ مدلل تفصیل ہمارے اس رسالہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

پس سند اس طرح ہوئی۔ راوی نمبر ۱۔ حکم بن مبارک، راوی نمبر ۲۔ عمرو بن یحیٰ، راوی نمبر ۳۔ یحیٰ بن عمرو

اور راوی نمبر۴۔عمرو بن سلمہ (الہمدانی الکوفی)

فقیر نے ''تحقیق روایت دارمی'' میں سندِ ھذا کے اول الذکر دو راویوں کا قابل اعتراض اور غیر لائق احتجاج ہونا ماہرین فن کے بیانات سے ثابت کیا تھا۔

بحث راوی نمبر 1 حکم بن المبارک: چنانچہ راوی نمبر۱ کے بارے میں لکھا تھا (جسکا خلاصہ بتغیر یسیر یہ ہے) کہ: ''روایتِ ھذا کا پہلا راوی حکم بن مبارک ہے۔محدث ابن عدی نے کہا ہے کہ یہ ان راویوں میں سے ہے جو حدیثوں کے چور تھے چنانچہ موصوف نے احمد بن عبدالرحمٰن ابن وھب ابوعبید اللہ ابن اخی ابن وھب کے ترجمہ میں اسکی ایک روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے ''وسرقه منه جماعة منهم (الی) والحكم بن المبارك''، یعنی روایت اسی (احمد بن عبدالرحمٰن) کی ہے جسے اس سے اہلحدیث کے ایک گروپ نے چرالیا جسکا ایک رکن حکم بن مبارک ہے (الکامل، ج۱،ص۳۰۴ طبع بیروت) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: وعده ابن عدی فی ترجمة احمد بن عبدالرحمن الوهب فیمن یسرق الحدیث''، یعنی محدث ابن عدی نے اسے احمد بن عبدالرحمٰن الوھبی کے حالات کے بیان کے ضمن میں ان لوگوں میں شمار کیا ہے جو حدیث چوری کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، ج۲، ص۳۷۷، راوی۷۶۳، طبع ملتان) اسی طرح علامہ شمس الدین ذھبی نے بھی لکھا ہے: اما ابن عدی فانه لوح فی ترجمة احمد بن عبد الرحمن الوهبی ممن یسرق الحدیث الخ (میزان۔ ج۱،ص۵۷۹، راوی۲۱۹۶ طبع سانگلہ ہل) ابن عدی حدیث کی چوری کا حکم بیان کرتے ہوئے مختلف اسلاف کے حوالے سے لکھتے ہیں ''سرقة صحف العلم مثل سرقة الدنانیر والدراهم'' نیز ''سرقة العلم اشد من سرقة المال'' یعنی علم اور کتب علم کا چرانا روپے، پیسے اور مال کے چرانے جیسا جرم ہے بلکہ اسکا گناہ اس سے بہت سخت ہے۔ملاحظہ ہو (الکامل، ج۱،ص۲۵۹ طبع مذکور) اھ ملخصاً

مزید سنئے:

علامہ ذھبی لکھتے ہیں: ''فان هذا نوع من الوضع والا فتراء'' یعنی حدیث چرانا حدیث وضع کرنے اور گھڑ کر پیش کرنے کے قبیل سے ہے۔ملاحظہ ہو (الموقظہ، ص۶۰، بیروت)

نیز علامہ سخاوی فرماتے ہیں: "ولیس کذلك من یسرق الاجزاء والکتب فانھا انحس بکثیر من سرقة الرواة" (مفہوم مثل عبارت ابن عدی) (فتح المغیث۔ج۱،ص۳۹۸)

نیز تقدیم کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی میں بعض علماء نے علامہ ذھبی کے حوالے سے لکھا ہے "اھون من وضعه واختلاقه فی الاثم" (ص۳۰،طبع بیروت)

نیز علامہ نورالدین عتر دمشقی نے لکھا ہے کہ کسی کو حدیث چور، متھم بالکذب الوضع نیز دجال، کذاب، وضاع اور اکذب الناس وغیرہ کہنا ایک ہی درجہ کی جرح ہے (ملخصاً) ملاحظہ ہو (منہج النقد فی علوم الحدیث، ص۱۱۲،طبع دارالفکر دمشق وبیروت)

دکتور امین آل شیخ نجدی آف دمام نے لکھا ہے: سب سے بدترین جرح کے الفاظ سے کان یسرق الحدیث کے لفظ بھی ہیں جو اکذب الخلق ،اجمعوا علی کذبه ،دجال، کذاب، وضاع، نیز کان کذاباً یضع الحدیث وغیرہا کی نوعیت کے ہیں (ملخصاً) ملاحظہ ہو (علم اصول الجرح والتعدیل ،ص:۲۶۹ تا ۲۷۰ طبع دمام)

علامہ نورالدین عتر دمشقی نے امام سخاوی کے حوالہ سے لکھا ہے: "لایحتج بواحد من اھلھا ولایستشھد به ولا یعتبر به" یعنی اس جرم کا مرتکب کسی طرح لائقِ احتجاج واستشہاد اور قابل اعتبار نہیں ہے۔ (منہج النقد،ص:۱۱۲طبع مذکور)

خود غیر مقلد موصوف (علی زئی صاحب) نے بھی اسکے جرم نیز اسکے سنگین ہونے کو تسلیم کیا ہے چنانچہ پیش کردہ اسی رسالہ (الحدیث) میں نے انکے لفظ ہیں: "اس عبارت میں امام ابن عدی نے حکم بن مبارک پر سرقۃ الحدیث (احادیث چوری کرنے) کا سنگین الزام لگایا ہے" (ص:۷۹) بایں ہمہ اسکے دفاع میں کچھ نام نہاد دلائل بھی پیش کیے ہیں جنکے جوابات حاضر ہیں۔

عبارت ابنِ عدی سے زبیر صاحب کے جواب کا ردِ بلیغ: چنانچہ ہماری پیش کردہ عبارت ابن عدی (جس میں حکم بن مبارک کو صراحۃً سارقین حدیث میں شمار کیا گیا ہے) کو نقل کرنے کے بعد موصوف نے "حکم" مذکور کی اس جرم سے برأت ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس عبارت میں امام ابن عدی نے حکم بن مبارک پر سرقۃ الحدیث (احادیث چوری کرنے) کا سنگین الزام لگایا ہے اور خود انہوں نے دوسری جگہ فرمایا: وھذا انما یعرف بنعیم بن حماد ورواہ عن عیسی بن یونس فتکلم الناس فیہ مجراہ ثم رواہ رجل من اھل خراسان یقال لہ الحکم بن المبارک یکنی ابا صالح الخواشتی یقال انہ لابأس بہ ثم سرقہ قوم ضعفاء ممن یعرفون بسرقۃ الحدیث منھم عبد الوھاب بن الضحاك والنضر بن طاھر وثالثھم سوید الانباری (الکامل ج:۳،ص:۱۲۶۵، دوسرا نسخہ ج:۴، ص:۴۹۸)

اس عبارت میں حافظ ابن عدی نے حکم بن المبارک کو سرقۃ الحدیث کی تہمت سے باہر نکالا اور ''لا بأس بہ'' قرار دیا لہٰذا جرح وتعدیل والے دونوں اقوال باہم متعارض ہوکر ساقط ہوگئے۔ اور اگر متعارض نہ بھی ہوتے تو جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود تھے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام ابن عدی کا پہلا قول منسوخ ہو اور دوسرا قول (بعد میں ہونے کی وجہ سے) ناسخ ہو۔ واللہ اعلم'' (الحدیث شمارہ، ص:۹۵، ۷۹، ۸۰)

اقول: موصوف کو اس میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ انہیں اسکا صاف صاف اقرار ہے کہ ہماری پیش کردہ عبارت میں محدث ابن عدی نے حکم بن مبارک کو سرقہ حدیث کا واقعی مرتکب قرار دیا ہے نیز انہیں سرقہ کا ناقابل معافی جرم ہونا بھی تسلیم ہے جیسا کہ ان الفاظ سے خوب واضح ہے:

''اس عبارت میں امام ابن عدی نے حکم بن مبارک پر سرقۃ الحدیث (احادیث چوری کرنے کا سنگین الزام لگایا ہے''

جبکہ انکی پیش کردہ عبارت کسی طرح سے انکے مفید مطلب نہیں۔ بناءً علیہ ''حکم'' پر سرقۂ حدیث کے سنگین اور ناقابل معافی جرم کے ارتکاب کا الزام بدستور قائم رہا۔

باقی پیش کردہ عبارت انکی دلیل اس لیے نہیں کہ:

۱) ہماری پیش کردہ عبارت میں ''حکم'' پر جس روایت کے سرقہ کرنے کا الزام ہے وہ سنداً، متناً موصوف کی

پیش کی گئی اس عبارت میں مذکور روایت سے علیحدہ ہے جس میں "ثم رواہ رجل الخ" کے الفاظ ہیں یعنی دونوں روایتیں الگ الگ ہیں چنانچہ ہماری پیش کردہ عبارت میں مذکور روایت کی سند اور اسکا متن اس طرح ہے:

ابن عدی لکھتے ہیں: حدثنا عیسی بن احمد الصوفی حدثنا ابو عبید الله حدثنا عمی حدثنا عیسی بن یونس عن صفوان بن عمرو عن عبد الرحمٰن بن جبیر بن نفیر عن ابیه عن عوف بن مالك قال قال رسول الله ﷺ یكون فی آخر الزمان قوم یحلون الحرام ویحرمون الحلال ویقیسون الامور برأیهم (الکامل، ج۱، ص۳۰۳ تا ۳۴۰، طبع بیروت) جبکہ موصوف کی پیش کردہ عبارت میں مذکور روایت جس میں ثم رواہ رجل الخ ہے، اسطرح ہے: چنانچہ ابن عدی نے سوید بن سعید الاخباری کے ترجمہ میں بقیہ سند (جعفر الفریابی، ابوبکر الاعین) کے ذکر کے بعد لکھا ہے:

"ثنا عیسی بن یونس عن حریز بن عثمان عن عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر عن ابیه عن عوف بن مالك عن رسول الله ﷺ قال تفترق هٰذه الامة بضعاً وسبعین فرقة شرها فرقة یقیسون الرأی یستحلون به الحرام ویحرمون به الحلال (الکامل، ج۴، ص۴۹۸)

اقول: دونوں کے متون واسناد میں جو فرق ہے، ظاہر ہے کہ منقولہ روایت نمبر۱ میں عیسی بن یونس عن صفوان بن عمرو جبکہ نمبر۲ میں عیسی بن یونس عن حریز بن عثمان ہے جبکہ نمبر۲ میں تفترق هذه الامة بضعا وسبعین فرقة شرها فرقة" کے الفاظ ہیں جن کا نمبر۱ میں کوئی نام ونشان نہیں ہے بقیہ الفاظ بھی تقدیم وتاخیر سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

۲) علاوہ ازیں پیش کردہ عبارت میں حکم بن المبارک کے متعلق لفظ ہیں:

"یقال انه لابأس به"

قائل کون ہے؟ اسکی کوئی وضاحت نہیں ہے۔ اسی لیے علامہ ذھبی نے بھی عملاً اسے کچھ وقعت نہیں دی۔

چنانچہ میزان الاعتدال کے ابتدائیہ میں وضاحتی نوٹ دیتے ہوئے پہلے انہوں نے یہ لکھا: "ولم اتعرض لذکر من قیل فیه محله الصدق ولا من قیل فیه لا بأس به" یعنی میں اپنی اس کتاب میں اس راوی کا ترجمہ نہیں لایا جس کے متعلق "محله الصدق" کے لفظ کہے گئے ہیں اور نہ ہی کسی ایسے راوی کا تذکرہ لایا ہوں جس کے بارے میں لا بأس به کہا گیا ہے ملاحظہ ہو (ج ا،ص ۳،طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ھل)

پھر اس کے باوجود وہ اسکا ترجمہ وتذکرہ لائے ہیں۔ ملاحظہ ہو (ج ا،ص ۵۷۹،نمبر ۲۱۹۶ طبع مذکور)

جسکا واضح مطلب یہ ہوا کہ علامہ کے نزدیک اسکے متعلق "لا بأس به" ائمۂ شان سے ثابت ہی نہیں ہے۔

بناءً علیه دوسرے مقام پر ان کا نیز حافظ ابن حجر کا ان الفاظ سے یہ مراد ہونا ذکر کرنا "انه لا بأس به" یعنی عن عیسیٰ (ج ۲،ص ۴۹،تہذیب ۴،ص ۲۴۱) محل نظر ٹھہرا کر اسکی بنیاد اسکے "لا بأس به" ہونے کے ثابت ہونے کی تقدیر پر ہے جبکہ وہ ثابت نہیں ہے (واضح رہے کہ "یعنی عن عیسیٰ" کے لفظ الکامل میں نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہو (ج ۲،ص ۴۹۸)

نیز عیسیٰ بن یونس کی روایت خاصہ (صرف ایک روایت) میں نفی سرقہ سے اسکا مطلقاً سارق حدیث ہونے کے جرم سے بری ہونا ثابت نہیں ہوتا جبکہ حکم بن مبارک مذکور کے متعلق ابن عدی کے الفاظ "سرقه منه جماعة" کا معنی ائمہ شان کے نزدیک یہ نہیں کہ وہ عیسیٰ بن یونس کی صرف اس ایک روایت کا چور ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ وہ سارقین حدیث سے ہے بالفاظ دیگر ان الفاظ سے مقصود اسکا اور اسکے ساتھیوں کا مطلقاً حدیث چور ہونا بیان کرنا مقصود ہے یہ نہیں کہ اس نے پوری زندگی میں صرف ایک روایت کے چرانے کا ارتکاب کیا تھا اگرچہ ناقابل احتجاج بنانے کے لیے ایک بار کا ارتکاب بھی کافی ہے۔

چنانچہ علامہ ذھبی نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں (واللفظ للثانی):

"وعده ابن عدی (الی) فیمن یسرق الحدیث" یعنی ابن عدی نے اسے ان راویوں میں شمار کیا

ہے جو احادیث چوری کرتے تھے۔

ملاحظہ ہو (میزان ج ۱، ص ۵۷۹، نمبر ۲۱۹۶۔ تہذیب التہذیب، ص ۳۷۷، نمبر ۷۶۳)

۳) نیز ہماری پیش کردہ عبارت مطلق ہے یعنی اس میں ان سارقین حدیث کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کی کوئی قید نہیں لہٰذا وہ دونوں کو شامل ہے چنانچہ اس کے لفظ ہیں: "سرقه منه جماعة" (الکامل ج ۱، ص ۳۰۴) جبکہ موصوف کی پیش کردہ عبارت مقید ہے کہ اس میں ضعفاء کی قید ہے اس کے لفظ ہیں: "ثم سرقه قوم ضعفاء ممن یعرفون بسرقة الحدیث" ملاحظہ ہو (الکامل، ج ۴، ص ۴۹۸، تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۲۴۱)

یہ الفاظ خود موصوف نے بھی نقل کیے ہیں جو انکی پیش کردہ عبارت میں موجود ہیں۔ الغرض پہلی عبارت میں دونوں قسم کے سارقین ہیں وہ بھی جو فی نفسہ ثقہ یا لا بأس به تھے اور وہ بھی جو فی نفسہ ضعیف تھے پھر سرقہ کے مرتکب ہوئے جبکہ دوسری عبارت صرف ان راویوں سے متعلق ہے جو فی نفسہ ضعیف تھے پھر انہوں نے سرقہ کا ارتکاب کیا جبکہ یہ بھی ماہرین فن سے ثابت ہے کہ کسی راوی کا سارق حدیث (اور خلاف ثقاہت امر کا مرتکب) ہونا وغیرہ اسکے فی نفسہ "ثقة وصدوق" یا "لا بأس به" ہونے کے منافی نہیں۔

چنانچہ محدث ابن حبان نے مجروح رواۃ کی اقسام کے بیان میں لکھا ہے:

"منهم من کثر خطؤه وفحش وکاد ان یقلب صوابه فاستحق الترک من اجله وان کان ثقة فی نفسه صدوقا فی روایته"

نیز "ومنهم المعلن بالفسق والسنة وان کان صدوقا فی روایته لان الفاسق لایکون عدلا والعدل لایکون مجروحا"

ملاحظہ ہو (کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین، ج ۱، ص ۷۶، ۷۹، طبع دار الباز مکة المکرمة۔ نیز تقدیم کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی، ص ۲۸ تا ۲۹ طبع بیروت از محقق بحوالہ کتاب المجروحین لابن حبان)

خلاصہ یہ کہ حکم بن المبارک پر محدث ابن عدی کا لگایا گیا سرقۃ الحدیث کا ''سنگین الزام'' بدستور قائم ہے جسے علامہ نقاد ذھبی اور امام ابن حجر نے برقرار رکھا ہے نیز یہ کہ محدث ابن عدی کی پیش کردہ عبارت (از زبیر علی زئی صاحب) سے ہماری پیش کردہ عبارت کا کسی طرح ابطال ثابت نہیں ہوتا۔

بناءً علیہ زبیر صاحب کے اسکے متعلق یہ دعاوی کہ انکے ''دونوں اقوال باہم متعارض ہوکر ساقط ہوگئے'' نیز یہ کہ ''یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابن عدی کا پہلا قول منسوخ اور دوسرا ناسخ ہو'' باطل ہوگئے کیونکہ دوسرا قول وہ بصیغۂ تمریض (یقال) لائے ہیں جسکے غیر مفید ہونے کی دیگر وجوہ بھی ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں پس وہ تعارض یا نسخ کے ثبوت ہونے کا کسی طرح صالح نہیں کہ تعارض ہے نہیں کیونکہ محامل مختلف ہیں نیز نسخ کا قول عدم تطبیق کی صورت میں کرنا پڑتا ہے جبکہ بفرض تسلیم تطبیق کی صورت موجود ہے (کما قدمر تفصیله انفاً)

توثیقات وتعدیلات سے جواب: رہا ان کا یہ کہنا کہ ''اگر متعارض نہ بھی ہوتے تو جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود تھے''؟ تو وہ بذات خود مردود ہے کیونکہ وہ توثیقات وتعدیلات کچھ مفید اور کارگر نہیں ہیں تفصیل حسب ذیل ہے:

زبیر علی زئی کے پیش کردہ توثیقی اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حکم کو حافظ ابن حبان نے الثقات (ج ۸، ص ۱۹۵) میں ذکر کیا۔ یاقوت الحموی الادیب نے فرمایا: ''وکان ثقة'' (معجم البلدان، ج ۲، ص ۳۳۸ خاشت) حافظ ذھبی نے فرمایا ''ثقة'' (الکاشف، ص ۲۸۳، ت ۱۱۹۸) حافظ ابن حجر نے فرمایا صدوق ربما وھم (تقریب التھذیب ۱۴۵۸) ایسا راوی حسن الحدیث ہوتا ہے۔ ابن مندہ (متوفی ۳۹۵ھ) نے فرمایا احد الثقات (فتح الباب، ص ۴۳۳، ت ۳۹۲۸) سمعانی (متوفی ۵۶۲ھ) نے امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا۔ ''ھو عندنا ثقة'' (الانساب، ج ۲، ص ۳۰۹ الخاشتی) امام ترمذی نے انکی بیان کردہ ایک منفرد اور ضعیف السند روایت کے بارے میں فرمایا: ''ھذا حدیث حسن غریب'' (ح ۲۲۳۸) ثابت ہوا کہ امام ترمذی کے نزدیک وہ صدوق وحسن الحدیث راوی تھے۔ ملاحظہ ہو (الحدیث شمارہ نمبر ۹۵، ص ۷۹، بتقدیم وتاخیر منّا)

جواب نمبرا: اقول: ان توثیقات وتعدیلات کے غیر مؤثر نیز زبیر صاحب کو بالکل غیر مفید ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حکم بن مبارک پر سارق الحدیث ہونے کی شدید جرح اور ''سنگین الزام'' ثابت ہے جسکی تفصیل ابھی گزری ہے۔

جبکہ یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ یہ جرح مفسر ہے چناچہ آل شیخ نجدی ڈکتور امین نے لکھا ہے: الجرح الصريح ان يكون باطلاق الجارح تجريح يحسن السكوت عليها و لا يحتمل التأويل كعبارة سيئ الحفظ و عبارة يسرق الحديث (الى)فانها عبارات واضحة الدلالة لا يسئل عن مراد الجارح فيها لجلائها''

یعنی جرح صریح (اور مفسر) وہ جرح ہے جو جارح نے ایسے صاف لفظوں میں کی ہے کہ جن سے ان کا مفہوم اسطرح سے متعین ہو کہ اسکے بارے میں اسکی مراد کے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے جیسے ''سئی الحفظ''اور'' یسرق الحدیث '' کے الفاظ سے کی گئی جرح اھ (علم اصول الجرح والتعدیل، ص ۲۶۹ تا ۲۷۰ طبع دمام)

ایسی صورت میں جمہور کی تعدیل وتوثیق کچھ مفید ومؤثر نہیں ہوتی چنانچہ الرفع والتکمیل (ص ۱۱۶ طبع شام) میں جمہور کا فیصلہ مصححہ منقول ومرقوم ہے ''ان الجرح مقدم مطلقاً ولو کان المعدلون اکثر'' یعنی جرح (مفسر) تعدیل پر بہر حال مقدم ہوتی ہے اگر چہ تعدیل وتوثیق کرنے والوں کی تعداد جرح کرنے والوں کی تعداد سے زیادہ بھی ہو اھ۔ نیز تحفۃ الاحوذی، ج ا،ص ۱۰۱، بحوالہ نووی ''ان الجرح مقدم علیٰ التعدیل'' آگے اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: لان مع الجارح زيادة علم لم يطلع عليها المعدل و لا ن الجارح مصدق للمعدل فيما اخبر به عن ظاهر حاله الا انه يخبر عن امر باطن خفى عن المعدل ''یعنی جرح کے مقدم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جارح کے پاس مجروح کے متعلق ایسی معلومات ہوتی ہیں جو معدل کے علم میں نہیں ہوتیں (جبکہ علم لاعلمی پر حاوی ہوتا ہے) اور وہ ایسے مخفی امر کی خبر دیتا ہے جو معدل سے مخفی رہ گئی یعنی اس سے معدل کا کاذب ہونا بھی لازم نہیں آتا (حوالہ مذکورہ) اس سے ثابت ہوا کہ زبیر صاحب کا جرح مفسر کو جمہور کی توثیق کے

خلاف کہنا صحیح نہیں بلکہ علم وتحقیق کے خلاف ہے۔

جواب نمبر۲: ان توثیقات کے موصوف کو مفید نہ ہونے کی مزید وجہ یہ ہے کہ انہیں حکم بن مبارک کے بارے میں حافظ ابن حجر کے حوالہ سے یہ تسلیم ہے کہ "ربما وھم" یعنی اسے بیانِ روایت میں "وھم" لگ جاتا تھا بناءً علیہ عین ممکن ہے کہ زیر بحث روایت اسکے وھم کا شکار ہوگئی ہو بلکہ واقعہ یہی ہے کیونکہ اسکا متن حقائق نیز قرآن وسنت کے صریح دلائل کے خلاف ہے جیسا کہ مکمل تفصیل رسالہ "تحقیق روایت دارمی" میں موجود ہے۔

جواب نمبر۳: بر تقدیر تسلیم صحت حوالہ جات ان موثقین میں سے ابن حبان، یاقوت الحموی، ذھبی، حافظ ابن حجر، ابن مندہ اور سمعانی، حکم بن المبارک سے کافی بعد کے ہیں یعنی ان کا زمانہ ایک نہیں انکے مابین برسہا برس بلکہ صدیوں کا فرق ہے چنانچہ حکم بن مبارک کا سن وفات ۲۱۳ھ ہے اول الذکر کا سن پیدائش ۲۷۰ھ جبکہ سن وفات ۳۵۰ھ ہے یعنی ابن حبان کی ولادت، حکم کی وفات کے کم وبیش ستاون برس بعد ہوئی باقی حضرات ابن حبان کے بھی بعد کے ہیں جس کا اندازہ ذیل میں مذکور انکے سنین ولادت ووفات سے لگایا جاسکتا ہے۔

ابن مندہ متوفی ۳۹۵ھ یاقوت الحموی، و۵۷۵ھ، م۶۲۶ھ سمعانی متوفی ۵۶۲ھ ذھبی، و۶۷۳ھ، م ۷۴۸ھ اور حافظ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ

پس انکے درمیان اس قدر طویل فاصلہ ہے تو سوال یہ ہے کہ انہیں کیسے معلوم ہوا کہ حکم بن المبارک ثقہ تھا۔ بالفاظ دیگر انہیں اسکی ثقاہت کا کس ذریعہ سے علم ہوا؟ اگر کہیں انہیں علم غیب تھا تو آل شیخ نجدی کے عقیدہ کے مطابق اسے اللہ تعالی کے نبیوں بلکہ حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم السلام کے لئے ماننا بھی شرک اکبر ہے، انکے حق میں یہ نظریہ کیونکر درست ہوگا۔

اگر کہیں انہیں اپنے اساتذہ ومشائخ وغیرھم کے ذریعہ اس کا پتہ چلا تو انکے نام باحوالہ پیش کئے جائیں تاکہ انکا اس فن کے حوالہ سے مقام دیکھ کر فیصلہ کیا جاسکے۔

اگر کہیں انہیں اسکا علم ہوگا ہم نے ان پر اعتماد کیا ہے یا کہیں کہ ان کے یہ فیصلے ان کے اجتہادات کی بنیاد

پر ہیں جن پر اعتماد کرتے ہوئے آپ نے عمل کیا ہے تو ان پر اعتماد کر کے عمل کے لازم ہونے کی قرآن وسنت سے ایسی صریح اور معیاری جزئی پیش کی جائے جس میں مثلاً یہ ہو کہ ابن حبان وغیرہ کے ایسے فیصلوں پر چلنا تم پر فرض ہے نیز اجتہاد محتمل خطا ہوتا ہے بنـاءً علیـہ انکے یہ فیصلے مشکوک ہوئے پس مشکوک پر عمل کا کیا جواز ہے اور قرآن وسنت میں مشکوک پر عمل کا حکم کیونکر ہوسکتا ہے؟ زبیر صاحب نے جاری بحث میں اسی شمارہ میں ایک جگہ علامہ ذھبی کی جرح کو مرجوح کہا (ص ۸۲) جس سے مشکوکیت یقینی قرار پائی نیز کسی کے اجتہاد پر اعتماد کر کے عمل کرنے کا نام تقلید ہے جو ان لوگوں کے نزدیک شرک فی الرسالۃ اور کفر ہے تو خود کو اس کفر وشرک سے کیسے بچا پائیں گے؟ علاوہ ازیں آلِ شیخ نجدی دکتور امین نے لکھا ہے کہ ابن حبان متساہلین سے ہیں (علم اصول الجرح والتعدیل، ص ۲۱۶) مبارکپوری صاحب غیر مقلد نے لکھا ہے "فانہ متعنت ومسرف" ابن حبان متعنت بھی ہیں مسرف بھی (تحفہ، ج۱، ص ۲۳۶) نیز جن حضرات پر اعتماد کیا ہے وہ سب مقلد ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ علامہ یاقوت الحموی حنفی ہیں جن پر انکی طرف سے تقلید وغیرہ کی بنا پر کفر وشرک کے فتوے لگائے جاتے ہیں پس حسب فتویٰ خود، مشرکین کی تقلید کر کے خود کیا قرار پائے؟ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

کیا "شیعہ" قرآن سے ثابت ہے؟

شیعہ حضرات کے حجۃ الاسلام وسلطان الواعظین محمد شیرازی صاحب کہتے ہیں کہ: لغت میں شیعہ کے معنی پیرو کے ہیں اور شیعۃ الرجل مرد کے پیرو اور مددگار ہیں۔

(خورشید خاور ترجمہ شبہائے پشاور حصہ اول، ص ۲۹ ملکتبۃ البھدانی سرگودھا)

برادران اہلسنت! عام طور پر حضرات اہل تشیع کہتے ہیں کہ ہمارا نام قرآن میں آیا ہے جو کہ ہماری صداقت کی دلیل ہے جبکہ اہل تشیع حضرات کے وکیل جناب محمد شیرازی صاحب کہتے ہیں کہ "شیعہ کے معنی پیروکار کے ہیں" اس سے پتہ چلا کہ قرآن میں جہاں کہیں لفظِ شیعہ آیا ہے وہاں معنی پیروکار وغیرہ کے ہیں۔

اب بھی اثناء عشری حضرات نہ مانیں تو ہمارا سوال یہ ہے کہ چلو بر سبیل تنزل مان لیا جائے کہ قرآن میں "شیعہ" سے مراد روافض زمانہ ہیں تو یہ کیسے ثابت ہوگا کہ اس سے مراد اثناء عشری ہی ہیں؟ کیونکہ نصیری وغیرہ بھی خود کو شیعہ کہتے ہیں۔

تحریف قرآن

مناظرِ اہلسنّت فاتح رافضیت مولانا غلام علی فاروقی

(قسط دوم)

مستفیض روایتوں میں آچکا ہے کہ قرآن جس طرح اور جتنا نازل ہوا تھا اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی نے جمع نہیں کیا تھا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وصیت فرمائی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ چھ مہینے تک قرآن کو جمع کرنے میں مصروف رہے۔ پھر خلفائے ثلاثہ کے پاس لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ قرآن موجودہ قرآن سے کئی گنا زیادہ ہے اور وہ تحریف سے بالکل پاک ہے۔ محدث صاحب کی تحقیق قابلِ قدر ہے۔ البتہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو قرآن جمع کیا کہاں سے کیا؟ یہی کہا جاسکتا ہے کہ اپنے حافظے کی مدد سے یا اپنی تحریروں کی مدد سے جب ہمہ وقت اسی کام میں لگے ہیں۔ سارا مواد بھی سینے میں ہے یا سفینے میں اپنے پاس ہے تو اس پر چھ مہینے کیونکر صرف ہوئے؟ یہ کام تو جلد ہو جانا چاہیے تھا۔ ہاں یہ ممکن ہے آپ نے ''عالم ماکان و مایکون'' ہونے کی وجہ سے یہ معلوم کرلیا ہو کہ رکھنا تو چھپا کے ہی ہے لہٰذا اتنی جلدی کیا پڑی ہے دوسری بات یہ ہے کہ محدث صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قرآن کا تعارف ان اوصاف سے کرایا کہ ایک تو وہ قرآن موجودہ قرآن سے کئی گنا بڑا ہے۔ دوسرا وہ تحریف سے بالکل پاک موجودہ قرآن کے محرف ہونے کا یقین پختہ کرنے کے لیے یہی محدث آگے اسی صفحہ پر اور صاحبِ فصل الخطاب صفحہ ۳۰ پر رقم طراز ہیں۔

ان سات قراءتوں کو متواتر تسلیم کیا جائے کہ جبرائیل امین علیہ السلام یہ لے کر نازل ہوئے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شیعہ کی وہ روایات جو مستفیض بلکہ متواتر ہیں اور تحریف قرآن پر صحیح دلالت کرتی ہیں۔ حالانکہ سارے شیعہ علماء نے ان روایات کی صحت اور متواتر ہونے پر اتفاق و اجماع کیا ہے اور ان روایات کی تصدیق کی ہے۔ یہ روایات کیسے رَد کی جاسکتی ہیں جبکہ بڑے بڑے فضلا شیعہ نے ان کو اپنی کتابوں میں جمع کیا۔ اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قرآن کے تعارف کے ساتھ موجودہ قرآن

کے محرف ہونے کے متعلق شیعہ کا جو عقیدہ ہے اس کی بنیاد استحکام کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ:

❶ موجودہ قرآن محرف ہے

❷ اس کے محرف ہونے پر شیعہ روایات کثرت سے موجود ہیں۔

❸ یہ روایات جہاں متواتر ہیں وہاں موجود قرآن کے محرف ہونے پر صریح دلالت کرتی ہیں۔ کوئی ابہام نہیں۔

❹ بڑے بڑے مقتدر شیعہ علماء نے ان روایات کی تصدیق کی ہے کہ یہ صحیح اور متواتر ہیں اور اپنی کتابوں میں ان روایات کو اسی تصدیق کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ان روایات میں کوزے میں دریا بند کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ ہم ذرا تفصیل سے شیعہ کا یہ عقیدہ اور ان کے یہ اقرار ان کی ثقہ اور مستند کتابوں سے لکھتے ہیں۔

اقرار اوّل: تحریف قرآن کی روایات شیعہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں جن پر شیعہ مذہب کا مدار ہے۔

۱) **فصل الخطاب، ص ۲۲۸:** تحریف قرآن کی یہ روایت شیعہ کی ان متفرق معتبر کتابوں میں موجود ہیں جن پر شیعہ مذہب کا مدار ہے اور اعتماد ہے۔ میں نے ان روایتوں کو جمع کر دیا جو مجھے مل سکیں تحریف قرآن کے بارے میں۔

۲) **ایضاً، ص ۲۲۸:** خوب جان لو کہ تحریف قرآن کے متعلق یہ روایت معتبر کتب سے منقول ہیں جن کتابوں پر علماء شیعہ کا پورا اعتماد ہے اور احکام شریعت اور احادیث نبوی کو ثابت کرنے میں ان پر مذہب کا مدار ہے۔

اقرار دوم: تحریف قرآن کی روایات کثیر ہیں بلکہ زائد از دو ہزار ہیں۔

۱) **فصل الخطاب:** روایات میں جو مخصوص موارد میں قرآن سے وارد ہوئی ہیں وہ قرآن کے کلمات، آیات اور سورتوں کے متغیر ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور یہ روایات اتنی کثیر ہیں کہ سید نعمت اللہ الجزائری

نے اپنی بعض تصانیف میں بیان کیا ہے کہ یہ روایت دو ہزار سے زائد ہیں اور علمائے شیعہ کی ایک جماعت نے ان روایات کے مستفیض ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جیسا کہ شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ بلکہ شیخ ابو جعفر طوسی نے اپنی تفسیر التبیان میں کثرت کی تصریح کی ہے بلکہ تحریف قرآن کی روایات کے متواتر ہونے کا دعویٰ ہے۔ ان علماء کا ذکر آگے آئیگا۔

۲) پھر فصل الخطاب: کثیر روایات جو معتبر ہیں اور صاف دلالت کرتی ہیں کہ موجودہ قرآن محرف ہے اس میں کمی اور زیادتی کی گئی ہے۔ سابقہ دلیلوں کے ممکن میں متفرق بیان کی گئی ہیں۔ اور یہ کہ موجودہ قرآن بہت کم ہے اس قرآن سے جو سید الانس والجن کے قلب اطہر پر نازل کیا گیا تھا اور یہ تحریف جو کی گئی ہے کسی ایک آیت یا سورۃ سے مخصوص نہیں۔

اقرار سوم: قرآن میں ہر قسم کی تحریف کی گئی ہے یعنی کلمات میں، آیات میں، سورتوں وغیرہ میں، کمی اور زیادتی میں۔

۱) تفسیر مراۃ الانوار ومشکوٰۃ الاسرار، صفحہ ۳۷: مقدمہ ثانیہ کے پہلے فصلوں میں گزر چکا ہے کہ روایات دلالت کرتی ہیں قرآن میں تحریف پر خصوصاً زندیق کے سوال کی روایات صاف دلالت کرتی ہیں کہ اماموں کے دشمن وہ ہیں جنہوں نے قرآن کو تبدیل کیا ہے۔

۲) ایضاً، صفحہ ۳۷: اسی طرح کی اکثر آیات ہیں سوائے ان کے جن میں تقدیم تاخیر ہوگئی بالخصوص حضرت علی کا نام ساقط کرنا اور ان دشمنوں کے نام گرادینا وغیرہ اس بارے میں روایات متواتر آئی ہیں۔

۳) ایضاً مقدمہ ثانیہ صفحہ ۳۶: خوب جان لو کہ حق بات یہ ہے جس سے کوئی چارہ نہیں باعتبار روایات متواترہ کے جو آنے والی ہیں اور ان کے سوا بھی کہ اس قرآن میں جو ہمارے ہاتھوں میں ہے کئی قسم کے تغیرات واقع ہوئے اور جمع کرنے والوں نے بہت سے کلمات اور آیات اسی قرآن سے نکال دی ہیں اور جو قرآن محفوظ ہے وہ حضرت علی نے جمع کیا تھا۔

اقرار چہارم: قرآن کی تحریف کا عقیدہ رکھنا ضروریات دین شیعہ سے ہے واضح رہے کہ ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔لہذا قرآن کو محرف نہ ماننا شیعہ کے نزدیک کفر ہے۔

۱)**تفسیر مرأة الانوار صفحہ۱۹:** خوب جان لو کہ لاتعداد حدیثیں امور مذکورہ پر دلالت کرتی ہیں بلکہ اکثر ان میں وہ ہیں جن پر علماء شیعہ امامیہ کا اجماع ہے۔اور ان کے حق ہونے پر نص کی گئی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تحریف قرآن کا عقیدہ شیعہ مذہب کی ضروریات دین سے ہے۔

۲)**انوار نعمانیہ صفحہ۴۸۴:** اس کتاب یعنی انوارِ نعمانیہ میں اور سنتِ متواترہ میں ان روایات کا وارد ہونا اس حیثیت سے ہے کہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے۔جن کا منکر کافر ہے اجماع اور اتفاق سے۔

اقرار پنجم: تحریف قرآن کی روایات کا انکار کریں تو امامت کے عقیدے کا انکار بھی کرنا پڑتا ہے۔

۱)**فصل الخطاب صفحہ۳۳۹:** یہ امر پوشیدہ نہ رہے کہ یہ حدیث اور کثیر تعداد میں شیعہ احادیث جو صحیح ہے اور تحریف قرآن پر صریح دلالت کرتی ہیں کہ قرآن میں کمی ہوئی اس میں تغیر و تبدل ہوا اور میرے نزدیک تحریف قرآن کے باب میں روایات متواتر ہیں ان سب کو رد کردینا واجب کردیتا ہے کہ شیعہ روایات سے اعتماد اٹھ جائے اور فن حدیث بے معنی ہو جائے بلکہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ تحریف قرآن کی روایات کا انکار کرنے سے دو قسم کی محرومی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پہلا اپنے ذخیرہ روایات سے دستبردار ہونا دوسرا امامت کے عقیدے سے انکار کرنا یہاں آ کر شیعہ حضرات عجیب دوراہے پر پہنچ جاتے ہیں اگر تحریف قرآن کا انکار کریں تو امامت ہاتھ سے جاتی ہے اور اگر امامت کے عقیدے پر قائم رہیں تو ایمان، قرآن سے جاتا ہے مگر کوئی ایک فرد بھی زیادہ دیر تک کسی ایسی کشمکش میں رہنا پسند نہیں کرتا تو ایک جماعت سے کیونکر توقع ہوسکتی ہے کہ مسلسل گومگو کی حالت میں رہے آخر شیعہ نے فیصلہ کرلیا کہ امامت سے چمٹے رہو قرآن کا انکار کرنا پڑتا ہے تو ہماری بلا سے۔

اقرار ششم: تحریف قرآن عادت اور عقل کے عین مطابق ہے۔

۱) فصل الخطاب: قرآن کی تالیف اور جمع کرنے کی کیفیت سے عادۃً یہ لازم آتا ہے کہ قرآن میں تغیر وتبدل واقع ہو علامہ مجلسی نے اپنی کتاب مراۃ العقول میں اس تحریف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ عقل کا فیصلہ یہ ہے کہ جب قرآن کریم لوگوں کے پاس متفرق اور بکھرا ہوا تھا اور غیر معصوم اس کے جمع کرنے کے درپے ہوئے تو یہ امر عادۃً محال ہے کہ قرآن کامل واقع کے مطابق جمع ہوا ہو۔

۲) مراۃ العقول شرح اصول: اس اقرار کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن حکیم ان لوگوں نے جمع کیا جو غیر معصوم تھے اور غیر معصوم کا کامل طور پر صادق العقول اور امین ہونا محال ہے لہٰذا قرآن میں تحریف ہونا گویا امر عادی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر معصوم لوگ قرآن کو جمع کرتے تو یہ قابلِ اعتبار ہوتا لیکن اس پیچیدگی کا حل کوئی نظر نہیں آتا کہ ''معصوم'' تو سارے کے سارے تقیہ کے دلدادہ تھے بلکہ ایک معصوم کے ذمے تو شیعہ نے یہ بھی لگا رکھا کہ ۹/۱۰ حصہ دین تقیہ میں ہے تو یہ یوں محسوس ہوتا کہ اگر معصوم ہی قرآن کو جمع کرتے تو اس امر کی کیا ضمانت ہوتی کہ اس کا کونسا حصہ تقیہ کی نظر ہوا اور کتنا حصہ اصل قرآن ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ معصوم جمع کرتے جب بھی اللہ کی مخلوق تو اس سے محروم ہی رہتی کیونکہ بقول شیعہ معصوم نے جو قرآن جمع کیا وہ ۱۴ سو سال تک کسی کو دیکھنا نصیب نہیں ہوا آگے کی اللہ جانے۔ ہاں جن غیر معصوم نے قرآن جمع کیا ان کی کارکردگی کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

۱) فصل الخطاب صفحہ ۱۴۶: (تحریف کی) مثالوں میں سے یہ باتیں ہیں کہ اچھی باتوں کو برا بنادیا اور بری باتوں کو اچھا بنادیا۔

۲) احتجاج طبرسی صفحہ ۱۴۶: خلفاء کے زمانے میں حق کو باطل بنادیا اور باطل کو حق، جھوٹ تو سچ بن گیا اور سچ جھوٹ بن گیا۔

۳) فصل الخطاب صفحہ ۵۱: بیشک یہ امت اس وقت تک اپنے دین اور دین کے احکام کے بارے میں حیران ہے۔

واقعی نتیجہ تو یہ ہونا چاہیے تھا مگر ایک بات تحقیق طلب ہے کہ "ھذہ الامۃ" سے کیا مراد ہے علامہ نوری طبرسی جس امت کی نمائندگی کر رہے ہیں وہ مراد ہو سکتی ہے اور وہ شیعہ جماعت ہے اور ان کی تحریر بھی کوئی غیر فطری نہیں کیونکہ دعویٰ ہے کہ الہامی اور آسمانی دین ہے۔ الہامی مذہب کے لیے الہامی کتاب ہونا ضروری ہے کہ اس سے رہنمائی حاصل کی جائے اب شیعہ کے متحیر ہونے کا سبب یہ ہے کہ جو کتاب موجود ہے وہ قابلِ اعتبار نہیں اور جو قابلِ اعتبار ہے وہ موجود نہیں بلکہ معصوموں کے بغیر کسی نے وہ کتاب دیکھی نہیں۔ اس صورت میں سوائے اس کے کہ کوئی چارہ نہیں کہ احکام خود بنائے جائیں۔

(جاری ہے)

حنفی سوال پر وہابی لاجواب

مولوی حکیم عبدالرحمٰن خلیق غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں کہ: احناف جانتے ہیں کہ نماز کے اندر قیام فرض ہے اور نماز کا ایک رکن ہے بالکل ایسے ہی رکن ہے جس طرح رکوع، سجدہ اور تشہد وغیرہ نماز کے ارکان ہیں۔

اب اگر خود حنفی بھائیوں سے ہی پوچھا جائے کہ اگر کوئی شخص اپنی نماز میں سے رکوع کو نکال دے یا سجدہ کو ترک کر دے تو کیا اسکی نماز ہو جائیگی؟ تو انکا لب برداشتہ جواب ہوگا کہ ہرگز نہیں ہوگی کیونکہ رکوع اور سجدہ نماز کی ارکان ہیں جب کوئی رکن ساقط کر دیا جائے تو نماز کیونکر ہوگی؟

پھر ان کے پاس اس سوال کا کیا جواب ہے کہ جو وہ قیام کو ساقط کر دیتے ہیں جو عین فرض بھی ہے اور رکوع وسجدہ کی طرح ہی نماز کا رکن بھی ہے تو انکی نماز کو کوئی نقصان کیوں نہیں پہنچتا۔ قیام کو ترک کر کے انکی نماز کیونکر صحیح رہتی ہے اور رکعت کیونکر مکمل ہو جاتی ہے۔ مگر آہ! انہیں اس سے کوئی بحث نہیں کہ یہ رکعت مکمل ہوتی ہے یا نہیں انہیں صرف اس بات کی خوشی ہے کہ چلو اسطرح انہوں نے سورۃ فاتحہ کی دیوار کو اپنی راہ سے ہٹانے کی ایک صورت نکال لی ہے۔ اللہ معاف کرے۔

(۱۲ مسائل، ص ۹۸، ناشر نیر اقبال شجاع ناظم دارالاشاعۃ رحمانیہ بدوملہی ضلع نارووال)

برادران اہلسنت! سورۃ فاتحہ کی فرضیت کے مسئلہ میں جب کوئی حنفی کسی غیر مقلد وہابی سے پوچھتا ہے کہ "جب کوئی شخص امام کو رکوع میں پائے تو تمہارے نزدیک اسے رکعت نہیں ملے گی کیونکہ تمہارے نزدیک سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے" اس سوال پر وہابی لاجواب ہو جاتا ہے مگر حکیم صاحب بھی خوب ہیں جو یہاں قیام کا مسئلہ لے آئے جبکہ یہ ہر شخص جانتا ہے کہ جب امام رکوع میں ہو تو اللہ اکبر کہہ کر کچھ دیر قیام میں (ایک سبحان اللہ کی مقدار) رُک کر رکوع میں چلا جائے تو اسکا قیام بھی ہو جائیگا مگر حکیم صاحب اس بات سے انجان ہیں یا پھر "ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا" والی بات ہے۔

تکبیر کب کہی جائے؟

مناظرِ اہلسنّت وکیلِ احناف قاری محمد ارشد مسعود چشتی

نماز کی پہلی تکبیر کو تکبیر تحریمہ اور تکبیر اولی بھی کہا جاتا ہے، تحریمہ اس لئے کہ اس تکبیر کے کہتے ہی انسان پر بہت ساری چیزیں (جو منافی نماز ہیں) حرام ہو جاتی ہیں جب تک کہ وہ اپنی نماز مکمل نہیں کر لیتا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مفتاح الصلاة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم" یعنی نماز کی چابی طہارت (وضو) ہے اور اس کی تحریم تکبیر اور تحلیل سلام ہے۔

﴿أخرجه الترمذي في الجامع [وهو السنن](٣)،وأبو داود في السنن (٦١)،و(٦١٨) وابن ماجه في السنن (٢٧٥)، وأحمد في مسنده١ /١٢٣ ،والبزار في مسنده ٢ /٢٣٦ (٦٣٣) ،وأبو يعلى في مسنده ١ /٤٥٦(٦١٦)،وأبو نعيم في الحلية ٨ /٣٧٢، والحاكم الكبير في شعار أصحاب الحديث ٤٥ ، والدارقطني في السنن ١ /٤٨١(١٣٤٤)، و ١ /٥٠٤ ،وابن عدي في الكامل٥ /٢٠٨-٢٠٩ والمقدسي في المختارة ٢ /٣٤١ (٧١٨) وغيرهم كلهم عن علي رضى الله عنه وفي الباب عن أبي سعيد الخدري ، وعبد الله بن زيد ،وعبد الله بن عباس رضى الله عنهم﴾

تکبیر کہنے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے تین طرح کی روایات مروی ہیں، ان میں سے کسی پر بھی عمل کیا جائے درست ہے۔

(1) تکبیر اور رفع الیدین دونوں ایک ساتھ ہوں، جیسا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ:

"رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه مع التكبير" میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے تکبیر (تحریمہ) کے ساتھ ہی رفع الیدین کیا

﴿أخرجه أحمد في مسنده ٣١٦/٤، بسندين، والطبراني في الكبير ٣٣/٢٢(٧٧)= وفي نسخة :٩/١٥٢-١٥٣، والبيهقي في السنن الكبرى ٤٠/٢، والسراج في حديثه [برواية الشحامى] ٢٠٤/٣(٢٤٩٥)-

وقال الألباني في ارواء الغليل ٣٦/٢، و٣/١١٣-١١٤: وهذا سند حسن-

وقال في صحيح أبي داود٣١١/٣: أخرجه أحمد أيضا (٣١٦/٤) واسناده حسن-﴾

اس بارے میں مزید حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری جزء ۱/ ۱۴۸ (۷۳۸) وغیرہ اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے نسائی ۱۳۶ (۸۷۸) وغیرہ میں روایات مروی ہیں۔

(2) تکبیر تحریمہ سے پہلے رفع الیدین کرنا، جیسا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن میں باب قائم کرتے ہیں "باب رفع اليدين قبل التكبير" اوراس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیث بیان کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"رأيت رسول الله ﷺ اذا قام الى الصلاة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه ثم يكبر ---الخ" یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے رفع الیدین کرتے حتی کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر آجاتے، پھر آپ ﷺ تکبیر کہتے۔

﴿أخرجه النسائي في السنن ١٣٦-١٣٧(٨٧٩)، ومسلم في الصحيح ٢٠٨ (٨٦٠) وأبو داود في السنن ١١٨(٧٢٢)، وغيرهم﴾

اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شرح معانی الآثار ۱/ ۲۵۵ (۱۱۳۹) وغیرہ میں روایت مروی ہے۔

(3) تکبیر تحریمہ کے بعد رفع الیدین کرنا، جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی

روایت میں ہے، فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة كبر ، ثم رفع يديه حتى يحاذي ابهاميه أذنيه ، ثم يقول :سبحانك اللّٰهم و بحمدك ، وتبارك اسمك ، وتعالى جدك ، ولا اله غيرك ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تکبیر کہتے پھر رفع الیدین کرتے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انگوٹھے کانوں کے برابر ہوجاتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ثناء) سبحانك اللّٰهم و بحمدك ، وتبارك اسمك ، وتعالى جدك ، ولا اله غيرك پڑھتے تھے۔

﴿أخرجه الدارقطني في السنن ۱/۴۰۵-۴۰۶(۱۱۳۵)، وأبو يعلى في مسنده ۷۱۲(۳۷۳٤)،وأبو الطاهر المخلص في جزء السابع من المخلصيات ۲/۲۰۷ (۱۳۷۲)، وأبو الفتح بن أبي الفوارس في جزء السابع من الفوائد المتقاة (٤٠)[ق]، وابن الجوزي في التحقيق في مسائل الخلاف(٤٤٠)﴾

اس حدیث کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے خواجہ قاسم نے لکھا ہے کہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت دار قطنی ج اص ۳۰۰ میں ہے۔ اس میں ایک راوی حسین بن علی بن اسود متکلم فیہ ہے، ابو حاتم نے کہا: هذا حديث كذب لا أصل له یہ حدیث جھوٹی اور بے اصل ہے (نصب الرایہ ج اص ۳۲۰) نیز اس میں ایک راوی حمید مدلس ہے جو عن سے روایت کرتا ہے۔﴿قد قامت الصلوة ۱۹۷﴾

اولا : علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''التحقیق'' میں اس روایت کو دارقطنی کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد آپ کا قول نقل کیا ہے کہ:'' هذا اسناد كلهم ثقات ''﴿التحقيق في مسائل الخلاف ۱/۳٤۱(٤٤٠)﴾

(اگر چہ یہ جملہ ہمارے پاس مطبوع نسخہ میں موجود نہیں ہے)

ثانیا : البانی نے ''أصل صفة صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں اس روایت پر وارد امام ابو حاتم کی جرح کا

جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ : " لكن له اسنادين أحدهما خير من هذا "﴿أصل صفة صلاة النبي ﷺ ٢٥٥﴾

لیکن اس کی دو سندیں ہیں ایک اس سے بہتر ہے۔

دوسری سند کی نشاندہی کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:" قلت : هذا سند جيد ان شاء الله ، فان رجاله كلهم ثقات مشهورون ، غير زكريا بن يحيى وزحمويه : لقبه ،روى عنه جمع ،ووثقه ابن حبان كما في تعجيل المنفعة والراوي عنه محمود بن محمد الواسطي : ترجمه الخطيب في تاريخه (١٣/ ٩٤_٩٥)وسمى جمعا رووا عنه ، وذكر أنه مات سنة سبع وثلاث مئة ، ولم يحك فيه جرحا وتعديلا وقد قال الحافظ في الدراية (٧٠): هذه متابعة جيدة لرواية أبي خالد ﴿أصل صفة صلاة النبي ﷺ ٢٥٥﴾

ثالثا : البانی نے ہی ارواء الغلیل میں طبرانی اوسط، دار قطنی، اور طبرانی کتاب الدعاء کی اسناد کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ:" وهذا اسناد صحيح ، فلا يلتفت بعد هذا الى قول أبي حاتم: هذاحديث كذب لا أصل له --- ﴿ارواء الغليل ٢/ ٥٢﴾

اور یہ سند صحیح ہے، پس اس کے بعد امام ابو حاتم کے قول کی طرف التفات کی ضرورت نہیں کہ:" یہ حدیث جھوٹی ہے اس کی کوئی اصل نہیں"۔

رابعا: خواجہ قاسم کا اعتراض کہ حمید مدلس ہے یاد رہے کہ یہ حمید الطّویل ہیں اس سند کے علاوہ اس روایت کی ایک دوسری سند بھی ہے جس کو امام طبرانی نے معجم الاوسط ۴/ ۴۸ (۳۰۶۳) میں بیان کیا ہے اس میں یہ حمید الطّویل نہیں ہیں۔

اور امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ طبرانی اوسط کی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"رواه الطبراني في الأوسط و رجاله موثقون "﴿مجمع الزوائد ٢/ ١٠٧﴾

پس اپنی اسناد کے ساتھ یہ روایت کم از کم حسن درجہ کی ہے، لہذا خواجہ قاسم صاحب کا سنن دار قطنی کی سند میں موجود علتوں کو بیان کر کے اس روایت کی تضعیف کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ روایت دوسری سند

سے بھی مروی ہے، جس کو البانی صاحب جید اور صحیح کہہ رہے ہیں۔

خامسا: تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کرنے کے متعلق صحیح مسلم کتاب الصلاۃ (۸۶۲) میں حضرت مالک بن حویرث۔ اور سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا (۱۰۶۱) میں حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہما وغیرہما سے بھی روایات مروی ہیں۔

پس اگر کوئی رفع الیدین کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہتا ہے یا رفع الیدین تکبیر تحریمہ سے پہلے کرتا ہے، یا رفع الیدین تکبیر تحریمہ کے بعد کرتا ہے تو تینوں حالتوں میں درست ہے۔

سادسا: غیر مقلدین کے ماضی قریب کے امام ومحدث البانی نے لکھا ہے کہ:

"وکان یرفع یدیہ تارۃ مع التکبیر، وتارۃ بعد التکبیر، وتارۃ قبلہ ﴿صفۃ صلاۃ النبی ﷺ من التکبیر الی التسلیم کأنک تراھا ۸۷﴾

صادق خلیل غیر مقلد نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ:

"رسول کریم ﷺ کبھی تکبیر تحریمہ کے ساتھ کبھی تکبیر تحریمہ کے بعد اور کبھی تکبیر تحریمہ سے پہلے دونوں ہاتھوں کو شانوں اور کانوں تک بلند فرماتے" (البانی کی عبارت میں شانوں اور کندھوں کا ذکر نہیں ہے)

رفع یدین کی کیفیت

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قال رسول اللہ ﷺ اذا استفتح أحدکم الصلاۃ فلیرفع یدیہ و لیستقبل بباطنھما القبلۃ فان اللہ أمامہ"

﴿أخرجہ الطبرانی فی الأوسط ۱۱/۸ (۷۸۰۱)، وذکرہ البیھقی فی السنن الکبری ۴۲/۲) وقال الھیثمی فی المجمع الزوائد ۱۰۲/۲: رواہ الطبرانی فی الأوسط، وفیہ عمیر بن عمران، وھو ضعیف﴾

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو اسے چاہئے کہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور ان کی ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کرے کیونکہ اللہ عزوجل (کی خاص رحمت وتوجہ) اس کے سامنے ہوتی ہے۔

صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

''ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں'' (مجمع الزوائد)

خواجہ قاسم غیر مقلد نے لکھا کہ: نبی ﷺ نے فرمایا رفع یدین کے وقت ہتھیلیاں قبلہ رخ ہونی چاہیں۔ (عن ابن عمر۔ مجمع الزوائد ج۲ ص۱۰۲)

☆ صادق سیالکوٹی اور خواجہ قاسم دونوں نے اس روایت کو امام ہیثمی کی مجمع الزوائد کے حوالہ سے بیان کیا ہے، مگر امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کی سند میں موجود ایک راوی پر جرح کا ذکر نہیں کیا، جبکہ صادق سیالکوٹی کی کتاب پر تحقیق وتخریج کرنے والوں میں سے اس کے حاشیہ میں نمبر۲ دے کر امن پوری غیر مقلد نے لکھا ہے کہ: ''روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن اجماع امت اس کیلئے بہت بڑی دلیل ہے اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے، نیز دیکھیں (زادالمعاد از امام ابن القیم :۱/۲۵۶)''

﴿تسهيل الوصول ١٤٦﴾

☆ امن پوری صاحب کو شاید اس بارے میں مالکیہ کے مؤقف کا علم نہیں ہے جو انہوں نے اپنی طرف سے اجماع امت کہہ کر اس بارے میں دلیل قائم کرنے کی کوشش کی ہے، امن پوری صاحب اس بارے میں " فقه العبادات على المذهب المالكي للحاجة كوكب عبيد ١٦١، يا الموسوعة الفقهية الكويتية ٨٤/٢٧، يا الذخيرة للقرافي ٢٢١/٢ " وغیرہم دیکھیں۔

ثانیا: ابن قیم کی زادالمعاد کا جو حوالہ امن پوری صاحب ذکر کر رہے ہیں شاید اس لئے کہ قارئین کو علم ہو جائے کہ میرے پاس زادالمعاد موجود ہے یا پھر اس لئے کہ میں نے اس میں ہتھیلیوں کو قبلہ رخ رکھنے کا مسئلہ دیکھا ہے، مگر پڑھا نہیں ہوگا کیونکہ ابن قیم نے نہ تو اس بارے میں لکھا ہے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو رفع یدین کرتے ہوئے سمت قبلہ رکھنے پر اجماع ہے اور نہ ہی اس بارے میں لکھا ہے کہ ہتھیلیوں کو سمت

قبلہ رکھنے میں اختلاف نہیں ہے، ابن قیم کی زاد المعاد کی عبارت ملاحظہ فرمائیں: "وكان يرفع يديه معها ممدودة الأصابع مستقبلابها القبلة الى فروع أذنيه ، وروي الى منكبيه فأبو حميد الساعدي ومن معه قالوا: حتى يحاذي بهما المنكبين و كذلك قال ابن عمر ـ وقال وائل بن حجر الى حيال أذنيه ـ وقال البراء :قريبا من أذنيه ـ وقيل :هو من العمل المخير فيه ،وقيل :كان أعلاها الى فروع أذنيه و كفاه الى منكبيه ، فلا يكون اختلافا ، ولم يختلف عنه في محل هذا الرفع ﴿زاد المعاد ١/١٩٥ مؤسسة الرسالة ، بيروت﴾

صادق سیالکوٹی کی اسی عبارت کے حاشیہ میں نمبر ۳ دے کر علیزئی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

ضعیف مجمع الزوائد (۱۰۲/۲) باب رفع الیدین فی الصلوۃ بحوالہ الطبرانی فی الاوسط اس کی سند عمیر بن عمران کی وجہ سے ضعیف ہے۔

☆ صحیح حدیث پر عمل کرنے کے مدعیوں کو چاہیے تھا کہ کوئی صحیح حدیث اس مسئلہ میں نقل کرتے۔

خالد گھرجاکھی غیر مقلد اپنی کتاب "صلوۃ النبی ﷺ" کے صفحہ ۱۵۲۔۱۵۳ پر لکھتا ہے کہ:

"رفع الیدین اس طرح کرنا چاہیئے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ رخ ہوں اور کندھوں کے برابر اُونچی ہوں اور ہاتھ پھیلے ہوئے ہوں لیکن انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لوتک پہنچ جائیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ اذا قام الی الصلوۃ رفع یدیہ مدا (ابوداؤد۔ ترمذی۔ احمد الأوطار ص ۱۸۸) کہ آپ (ﷺ) جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ہاتھ پھیلا کر رفع الیدین کرتے۔ یعنی ہتھیلیاں سیدھی ہوتیں۔ ایک روایت میں لفظ ہیں کہ انگلیاں پھیلائی ہوئی تھیں۔ لیکن یہ روایت دارمی کی ہے اس میں یحیی بن یمان نے غلطی کھائی ہے۔ صحیح طریقہ یہی ہے کہ ہتھیلیاں سیدھی ہوں۔ ابوداؤد کی وائل بن حجر کی حدیث میں ہے۔ حتی یحاذی بظھر کفیه المنکبین باطراف انامله الأذنین (نیل الأوطار ۱۸۸) کہ ہاتھوں کی ہتھیلیوں کی الٹی جانب کندھوں کے برابر ہوتی اور انگلیوں کے سرے کانوں کے برابر ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کی ہتھیلیاں قبلہ رخ ہونی چاہئیں۔ ہاتھ کندھوں تک پہنچنے چاہئیں اس سے نیچے بھی نہ رہیں اور زیادہ اوپر بھی نہ جانے چاہئیں"۔

☆خالد گرجاکھی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ روایت دارمی میں ہے درست نہیں کیونکہ یہ روایت دارمی میں نہیں بلکہ ''حدیث ابی سعید الاشج ، جامع ترمذی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، سنن الکبری بیہقی، معجم ابن المقری، الاوسط ابن المنذر، العلل ابن ابی حاتم، تھذیب الکمال مزی اور الارشاد خلیلی'' وغیرہم میں ہے، اور دارمی کی روایت کی سند میں یحییٰ بن یمان نہیں ہے بلکہ ابن ابی ذئب سے عبید اللہ بن عبد المجید الحنفی روایت کرتے ہیں اور اس میں " نشر أصابعه ' کے لفظ بھی نہیں ہیں۔ خالد گرجاکھی غیر مقلد نے نہ جانے کس وجہ سے یہاں یحییٰ بن یمان کی روایت کو دارمی کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ صاحب ''نیل الاوطار'' شوکانی نے بھی اس کو ترمذی کی طرف ہی منسوب کیا ہے۔

بعد میں گرجاکھی صاحب کا کہنا کہ ''ابوداؤد کی وائل بن حجر کی حدیث میں ہے۔ حتی یحاذی بظهر كفيه المنكبين باطراف انامله الأذنين (نيل الأوطار ۱۸۸) کہ ہاتھوں کی ہتھیلیوں کی الٹی جانب کندھوں کے برابر ہوتی اور انگلیوں کے سرے کانوں کے برابر ہوتے''۔

یہ بھی درست نہیں کیونکہ یہ ابوداود میں حضرت وائل بن حجر کی حدیث نہیں بلکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ''کندھوں تک رفع یدین'' اور ''کانوں کی لو تک رفع یدین'' کرنے والی احادیث میں تطبیق کا قول ہے جسے امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح السنۃ ۳/۲۶'' میں نقل فرمایا ہے کہ:

''وحكي عن أبي ثور أن الشافعي جمع بين الحديثين ، وقال :كان يحاذي بظهر كفيه المنكبين ،وبأطراف أنامله الأذنين ''۔

اور اسی بات کو امام خطابی نے ''معالم السنن ۱/۱۹۲۔۱۹۳''، حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''فتح الباری ۲/۲۲۱''، صاحب سبل السلام ۱/۲۴۴۔۲۵۲، صاحب نیل الاوطار ۲/۲۱۱، اور صاحب عون المعبود ۲/۲۹۰ و ۲/۳۰۸ وغیرہم نے بھی بیان کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی روایت کو حضرت ابان المحاربی رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت سے تقویت حاصل ہوتی ہے، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كنت في الوفد ،فرأيت بياض ابطرسول الله ﷺ حين رفع يديه استقبل بهما القبلة" يعنی میں وفد (عبد القیس) میں تھا پس میں نے رسول اللہ ﷺ کی بغل کی سفیدی دیکھی جب آپ ﷺ نے رفع یدین کیا آپ نے دونوں ہاتھوں کوسمت قبلہ رکھا۔

﴿أخرجه أبو نعيم في معرفة الصحابة ١/٢٩٨، وأبو بكر بن خلاد النصيبي في حديثه (٣٥)[ق]﴾

جامع ترمذی وغیرہ کی ایک روایت میں ہتھیلیوں کو اپنے چہرے کی طرف رکھنے کا حکم بھی موجود ہے مگر عند الجمہور رفع یدین کرتے وقت ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو سمت قبلہ رکھنا چاہئے۔

☆ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی اس حال میں کہ نہ ان میں زیادہ فاصلہ ہو اور نہ ہی زیادہ ملی ہوئی بلکہ اپنی اصلی حالت پر ہی رکھے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔

یاد رہے کہ اس بارے میں علماء احناف میں اختلاف ہے بعض انگلیوں کو کھول کر رکھنے کے قائل ہیں اور بعض زیادہ کھولنے یا ملانے کی بجائے انہیں اسی حالت پر رکھنے کے قائل ہیں۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ مستدرک میں حضرت سعید بن سمعان سے روایت کرتے ہیں کہ:

"دخل علينا أبو هريرة مسجد بني وريق ،قال ثلاث كان رسول الله ﷺ يعمل بهن تركهن الناس ، كان اذا قام الى الصلاة قال هكذا وأشار أبو عامر بيده ولم يفرج بين أصابعه ولم يضمها۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس مسجد بنی وریق میں تشریف لائے انہوں نے فرمایا کہ تین کام ایسے ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے اور لوگوں نے انہیں ترک کر دیا ہے۔ آپ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو آپ ﷺ اس طرح کرتے ابو عامر نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ انگلیوں میں نہ زیادہ خلا رکھتے اور نہ ہی زیادہ ملا کر رکھتے۔

﴿أخرجه الحاكم في المستدرك ١/٥٠١(٨٨٩)،وابن خزيمة في الصحيح ١/٢٦٣

(٤٥٩)، والبيهقي في السنن الكبرى ٢/ ٤٢ ـ وقال الحاكم :هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه ، ووافقه الذهبي ـ وقال الألباني :اسناده صحيح﴾

امام ترمذی رحمہ اللہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ :

"كان رسول الله ﷺ اذا كبر للصلاة نشر أصابعه" رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے تکبیر (تحریمہ) کہتے تو اپنی انگلیاں کھول کر رکھتے

﴿أخرجه الترمذي في الجامع(٢٣٩)،وأبو سعيد الأشج في حديثه (٢)،وابن خزيمة في الصحيح١/ ٢٣٣(٤٥٨) ،والبزار في مسنده ١٥/ ١١٥(٨٤١٣) ، وابن حبان في الصحيح ٥/ ٦٦(١٧٦٩)،وابن أبي حاتم في العلل ٢/ ١٣٤،و٢/ ٣٨٤، وابن المقري في المعجم ١٩٨(٦٣٩)،والحاكم في المستدرك ١/ ٢٣٥،والخليلي في الارشاد ٥١،والبيهقي في السنن الكبرى٢/ ٤٢،وابن المنذر في الأوسط ٣/ ٧٤،وقال :وكان أحمد بن حنبل يميل الى حديث يحيى بن اليمان﴾

صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے کہ: "ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیاں کشادہ اور کھلی رکھیں (ترمذی)

اسی کے حاشیہ میں نمبر ۴ دے کر علیزئی نے لکھا ہے کہ:

"حسن، جامع ترمذی (الصلوۃ : باب ما جاء فی نشر الاصابع عند التکبیر حدیث ۲۳۹) ترمذی نے حسن کہا۔ شبابہ بن سوار نے یحییٰ بن یمان کی متابعت کی ہے۔ اس کے معنوی شواہد بھی ہیں۔ ﴿تسهيل الوصول ١٤٦﴾

ایک اور غیر مقلد عبد الرؤف سندھو، صادق سیالکوٹی کی اسی عبارت کے حاشیہ میں ۲۴۹ نمبر دے کر لکھتا ہے کہ :"ضعیف حدیث ہے اخرجہ الترمذی (۲۳۹) وابن خزیمۃ (۴۵۸) وعنہ ابن حبان (۴۴۶ موارد) والبیہقی (۲/ ۳۷) من طریق یحییٰ بن الیمان عن ابن أبی ذئب عن سعید بن سمعان عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ كان ينشر اصابعه نشرا واللفظ لابن خزيمة "۔ یہ ضعیف حدیث ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اسے ابن ابی ذئب سے کئی رواۃ نے ان الفاظ سے بیان

کیا ہے ''اذا قام الی الصلوۃ رفع یدیہ مدا ''اور یہ روایت یحییٰ بن یمان کی روایت سے زیادہ صحیح ہے اور یحییٰ بن یمان سے اس حدیث میں غلطی ہوئی ہے۔ ابوحاتم نے اسے یحییٰ بن یمان کا وہم قرار دیا ہے اور اس پر باطل ہونے کا حکم لگایا ہے: ملاحظہ ہو: علل الحدیث لابن ابی حاتم (۱/۱۶۱۔۱۶۲)''

﴿صلوۃ الرسول ﷺ مع تخریج و تعلیق ۲۷﴾

☆اولا: علیزئی صاحب کہتے ہے کہ **حسن** جبکہ سندھو صاحب فرماتے ہیں کہ ضعیف۔

ثانیا: علیزئی صاحب کہتے ہیں کہ ترمذی نے **حسن** کہا ہے، جبکہ سندھو صاحب نے امام ترمذی سے اس روایت پر جرح نقل کی ہے اگر دونوں کے نقل کردہ اقوال کو دیکھا جائے تو علیزئی صاحب مات کھاتے نظر آتے ہیں کیونکہ راقم الحروف کے سامنے جامع ترمذی کے جو نسخے ہیں ان میں سے (1) ''المطبع المجیدی کانپور، انڈیا''۔ (2) ''المطبع المجتبائی الواقع فی دہلی، انڈیا۔ (3) ''قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی، پاکستان''۔ (4) ''ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک، کراچی''۔ (5) ''مکتبہ رحمانیہ لاہور''۔ (6) ''دار الغرب الاسلامی بیروت ۱۹۹۸ء''۔ ان میں امام ترمذی کی تحسین موجود نہیں البتہ احمد شاکر اور البانی نے ترمذی کے بعض نسخوں کی طرف اس بات کو منسوب کیا ہے، اور بعد میں بعض لوگوں نے ترمذی کے متن میں اس کو شامل کر دیا ہے حالانکہ پہلے بزرگ علماء و محدثین میں سے راقم الحروف کے علم میں کوئی ایسی شخصیت نہیں جس نے امام ترمذی سے اس روایت کے بارے میں تحسین نقل کی ہو، جبکہ ترمذی کے تمام نسخوں میں امام ترمذی کا قول کہ یحییٰ بن یمان سے اس حدیث میں غلطی ہوئی ہے جو اس کی تضعیف کی طرف اشارہ ہے موجود ہے۔

علیزئی صاحب کو چاہئے تو یہ تھا کہ جس طرح وہ ابن ابی شیبہ کی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے بعض نسخوں میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ کو ماننے کے لئے تیار نہیں یہاں بھی بعض نسخوں میں موجود الفاظ کو تسلیم نہ کرتے مگر یہاں شاید انہیں اپنے مسلکی بزرگ صادق سیالکوٹی کی حمایت کرنی مقصود تھی جو احمد شاکر اور البانی کے کہنے سے تسلیم کر لیا۔

البتہ علیزئی صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ شبابہ بن سوار نے یحییٰ بن یمان کی متابعت کی ہے کیونکہ علل ابن ابی

حاتم میں یحیٰ بن یمان کی متابعت شبابہ بن سوار نے کی ہے۔

غیر مقلدین کے محدث البانی صاحب نے ''صفة صلوة النبی ﷺ'' میں لکھا کہ :''وكان يرفعهما ممدودة الأصابع [لا يفرج بينها ولا يضمها] اور حاشیہ میں لکھا کہ ''ابو داود وابن خزيمة (١/٦٢/٢ و ١/٦٤) وتمام، والحاكم وصححه، ووافقه الذهبي۔

صادق خلیل نے اس کا ترجمہ کیا کہ: رفع الیدین کرتے وقت آپ ﷺ کے ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوتی تھیں البتہ انگلیوں کے درمیان نہ فاصلہ کرنے کی کوشش فرماتے اور نہ ہی ان کو ملاتے بلکہ اپنی اصلی حالت میں چھوڑتے تھے۔

اہل تشیع کا جھوٹ

شیعہ حضرات کے حجۃ الاسلام وسلطان الواعظین محمد شیرازی صاحب کہتے ہیں کہ: ''مذہب شیعہ میں بھی علماء وفقہاء وہی درجہ رکھتے ہیں جس کے آپ اپنے اماموں کے لئے قائل ہیں۔ لہٰذا وہ حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ کی غیبت میں ہر عہد اور زمانے میں موازین علمی کی روح سے کتاب وسنت اور عقل واجماع کے ادلہ اربعہ کے ساتھ فتوے دیتے ہیں۔ پھر بھی ہم انکو امام نہیں کہتے ہیں کیونکہ امامت عترت طاہرہ میں سے بارہ اوصیاء کے ساتھ مخصوص ہے (خورشید خاور ترجمہ شبہائے پشاور حصہ اوّل ص ۱۳۳ مکتبۃ الہمدانی سرگودھا)

برادران اہلسنّت! شیرازی صاحب کہتے ہیں کہ ہم (شیعہ) بارہ آئمہ معصومین کے سوا کسی غیر کو امام نہیں کہتے لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ ایران کے خمینی صاحب کو ''امام'' کہا جاتا ہے۔ جبکہ یہاں ''تقیہ شریفہ'' کی بھی حاجت نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ شیرازی صاحب تقیہ شریفہ کی چادر اتار پھینک کر صریح جھوٹ بول گئے ہیں۔

خیال رہے کہ کوئی شیعہ یہ نہ کہے کہ ''اذا فات المفتی فات الفتویٰ'' یعنی جب مفتی مر جائے تو اسکا فتویٰ بھی (بمطابق نظریہ شیعہ) ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں شیرازی صاحب فتویٰ نہیں دے رہے بلکہ تمام اہل تشیع کی ترجمانی کرتے ہوئے اپنا اور انکا عقیدہ بتا رہے ہیں۔

''ماتم کی شرعی حیثیت''

مناظرِ اہلسنّت فاتح رافضیت مولانا غلام علی فاروقی

(۱) فرمانِ رسولِ مقبول ﷺ:

عن ابی عبداللہ علیہ السّلام قال، قال رسول اللہ ﷺ ضرب المسلم یدہ علیٰ فخذہ عند المصیبۃ احباط لاجرہ (من لایحضرہ الفقیہ، کتاب الجنائز، باب الصبر والجزع الخ صفحہ ۲۲۴)

ترجمہ: ''امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ رانوں پر مارنا اسکے اجروثواب کو ضائع کردیتا ہے''

حضور ﷺ کی اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بروقتِ مصیبت رانوں پہ ہاتھ مارنے سے اجروثواب ضائع ہوجاتا ہے تو جو شخص زنجیر زنی، سینہ کوبی اور بال نوچنے میں مصروف ہو اس کے اجروثواب کا ضیاع تو ہوگا ہی ساتھ ہی نامۂ اعمال میں برائیوں کا اضافہ بھی ہوگا۔

(۲) فرمانِ رسول ﷺ:

قال اخبرنی عمرو بن شمر الیمانی یرفع الحدیث الیٰ علی علیہ السّلام قال قال رسول اللہ ﷺ فمن صبر علی المصیبۃ اتاہ اللہ تعالیٰ ثواب ثلٰث مائۃ درجۃ ما بین الدرجۃ الی الدرجۃ ما بین السّماء والارض۔

(اصول کافی، جلد دوم، کتاب الایمان والکفر، باب الصبر، جامع الاخبار صفحہ ۱۳۲)

ترجمہ: ''حضور ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے مصیبت پر صبر کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے تین سو درجات عطا فرمائے۔ ایسے درجات کہ ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان''

(۳) فرمانِ امام رضا رضی اللہ عنہ: قال الرّضا علیہ السّلام۔۔۔۔۔یابن شبیب ان بلیت علی الحسین حتّٰی تسیل دموعک علٰی خدّیک غفر اللہ لک کلّ الذّنب اذنبۃ صغیراً او کبیراً قلیلاً کان او کثیراً۔ (عیون اخبارِ رضا، جلد اوّل، صفحہ ۲۳۳)

ترجمہ: ''امام رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابنِ شبیب ! امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اگر تو اس قدر رویا کہ تیرے آنسو رخساروں تک بہہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تیرے چھوٹے اور بڑے، تھوڑے اور زیادہ تمام گناہ معاف فرمادے گا''

(۴) فرمانِ رسولِ مقبول ﷺ: قال النّبی ﷺ لفاطمۃ اذا امت لاتخمشی علیّ وجھاً و لا تغشری علیّ شعراً و لا تنادی بالفیل والعویل و لا تقیمی علیّ نائحۃ
(فروعِ کافی، جلد پنجم، صفحہ ۵۲۷، کتاب النکاح، تہران طبع جدید)

ترجمہ: ''حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اپنی لختِ جگر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا بیٹی! جب میں انتقال کر جاؤں تو میری وفات پر اپنا منہ نہ پیٹنا اور اپنے بال نہ کھولنا اور ویل عویل نہ کرنا اور نہ ہی مجھ پر نوحہ کرنا''

رسولِ کریم ﷺ کا سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کس قدر واضح الفاظ میں ارشاد موجود ہے کہ میری فوتگی پر ایسے افعال نہ کرنا جو شیعہ حضرات کے ہاں مروّجہ ماتم میں کیے جاتے ہیں۔

''آئمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم کے فرامین''

فرمانِ امام باقر رضی اللہ عنہ: عن جابر عن ابی جعفر علیہ السّلام قال قلت لہ ما الجزع؟ قال اشدّ الجزع الصّداخ بالویل العویل ولطم الوجہ وجزّ الشّعر من النّواصی ومن اقم النّواحۃ فقد ترک الصّبر و اخذ فی غیر طریقہ ومن صبر واسترجع وحمد اللہ عزّوجلّ فقد رضی بما ضنح اللہ ووقع اجرہ علی اللہ ومن لم یفعل ذالک جریٰ علیہ القضاء وھو ذمیم واحبط اللہ تعالیٰ اجرہ۔ (تہذیب الاحکام، جلد سوم، صفحہ ۲۲۲، کتاب الجنائز)

ترجمہ: جابر کہتے ہیں میں نے حضرت امام باقر علیہ السّلام سے جزع کے متعلق پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: شدید جزع یہ ہے کہ کوئی شخص ویل عویل الفاظ چیخ کر نکالے، اور اپنے چہرے کو پیٹے، پیشانی کے بال نوچے اور جس نے نوحہ کیا اس نے صبر کو چھوڑا اور صحیح طریقہ کو چھوڑ کر دوسری راہ چل پڑا اور جس نے صبر کیا اور بوقتِ مصیبت اس طرح استرجاع (انّا لله و انّا الیه راجعو) کہا اور اللہ کی حمد بیان کی۔ تو اس نے اللہ کو راضی کر لیا اس کا اجر اللہ کے حضور ہے۔ اور جو بوقتِ مصیبت ایسا نہ کرے گا اس پر حکمِ خداوندی تو ہو کر رہے گا۔ لیکن وہ قابلِ مذمّت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ثواب واجر ضائع کر دیا۔

قارئینِ کرام! مروجہ ماتم (رونا، پیٹنا، منہ پر طمانچے مارنا، سینہ کوبی کرنا اور اور سر کے بال نوچنا) کا نام عربی زبان اور آئمہ اہلبیت کی حدیث کی رو سے ''جزع'' ہے۔ جس کے منع ہونے پر امام باقر رضی اللہ عنہ نے نص فرمائی ہے۔

فرمانِ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ: عن ابی عبد الله علیه السّلام قال انّ الصبر والبلاء یستبحان الی المؤمنین فیأ تیه البلاء وهو صبر رو انّ الجزع والبلاء یستبحان الی الکافر فیا تیه البلاء وهو جزوع (فروعِ کافی، جلد اوّل، صفحہ ۵۷، طبع قدیم)

ترجمہ: ''امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بیشک صبر اور مصیبت دونوں مومن کی طرف آتے ہیں۔ جب کوئی مصیبت اس پر آتی ہے، وہ اس وقت انتہائی صبر کرنے والا ہوتا ہے۔ اور جزع وبلا آگے پیچھے کافر کے پاس آتے ہیں۔ جب اس کے پاس مصیبت آتی ہے تو وہ انتہائی رونے پیٹنے والا ہوتا ہے''

عن ابی جعفر علیه السّلام قال ما من یصاب بمصیبة فیسترجع عند ذکره المصیبة ویصبر حین لفجاه الا غفر الله له ما تقدّم من ذنبه و کلّما ذکر مصیبة فاسترجع عند ذکر المصیبة غفر الله له کلّ ذنب اکتسب فیما بینهما

(فروعِ کافی، جلد سوم، کتاب الجنائز، باب الصبر والجزع الخ، صفحہ ۳۲۴، طبع جدید)

ترجمہ: ''حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس آدمی کو کوئی مصیبت چھوئے پھر وہ (انّا لله و انّا الیه راجعون) کہتا ہے، اور اس مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے پہلے سب گناہ معاف کر دیتا

ہے۔اور بندہ جب کسی گزری مصیبت کو یاد کر کے (انّا للہ و انّا الیہ راجعون) کہے تو اللہ تعالیٰ اسکے وہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے جو مصیبت کے آنے کے وقت سے (انّا للہ و انّا الیہ راجعون) کہنے تک اس نے کیے ہوں گے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السّلام قال الصبر من الایمان بمنزلہ الر أس من الجسد فاذا ذھب الرّأس ذھب الجسد کذالك اذ ذ ھب الصبر ذھب الایمان

(اصولِ کافی، جلد دوم، صفحہ ۲۸، کتاب الایمان والکفر، باب الصبر، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: ''امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبر کا ایمان کے ساتھ ایسا تعلق ہے جیسا جسمِ انسانی کے ساتھ سر کا۔ جب سر نہ رہے تو جسم نہیں رہتا اور جب صبر نہ رہے ایمان نہیں رہتا''

عن علی بن الحسین قال الصّبر من الایمان بمنزلۃ الرأس فی الجسد و لاایمان لمن لا صبر له (جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق صفحہ ۱۳۳)

ترجمہ: حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبر کا مقام ایمان میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا آدمی کے جسم میں۔ وہ بے ایمان ہے جس کے ہاں صبر کی صفت نہیں۔

فرمانِ مولا علی رضی اللہ عنہ

''ماتم سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں''

قال علیہ السّلام ینزل الصبر علی قدر مصیبۃ ومن ضرب یدہ علی فخذیہ عند مصیبۃ حبط عملہ (نہج البلاغہ، صفحہ ۴۹۵، باب المختار من حکم امیر المؤمنین علیہ السلام، حکم ۱۴۴، مطبوعہ بیروت چھوٹا سائز)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صبر کا نزول مصیبت کی مقدار پر ہوتا ہے۔ (یعنی جتنی بڑی مصیبت آتی ہے اتنا ہی صبر درکار ہوتا ہے) جس نے بوقتِ مصیبت اپنی رانوں پر ہاتھ مارے تو اسکے تمام اچھے اعمال ضائع ہو گئے''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جتنی بڑی مصیبت آئے اس پر اتنا ہی صبر کرنا

چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اتنا صبر عطا فرما دیتا ہے جتنا وہ کسی مصیبت میں کرنا چاہے اگر کوئی شخص مصیبت کے وقت صبر کے بجائے جزع فزع (مروجہ ماتم) کرے گا تو اسکے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ لہٰذہ فرمانِ علی رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ مروجہ ماتم کرنے والوں کو نیکی کا حصول تو کجا بلکہ انکی پہلے سے موجود نیکیاں بھی برباد ہو جاتی ہیں اور چھاتی پیٹ پیٹ کر سرخ کر لینے اور چھریاں مار کر خون بہانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا فرمان: اے سکینہ تو جلد میرے پاس آ، تاکہ میں تجھ کو اس طرح وداع کروں جیسے مرنے والے کو وداع کیا جاتا ہے میں تجھ کو وصیّت کرتا ہوں اس فرزند صغیر کے بارے میں اور بعد اسکے عیال و یتیموں اور ہمسایوں کے باب میں کہ سب کے ساتھ سلوک کرنا اور جبکہ میں قتل ہو جاؤں تو تم اپنی چادر اور گریبان مت پھاڑنا اور نالہ و فریاد کر کے نہ رونا۔ بلکہ اے سکینہ حکمِ الٰہی پر صبر کرنا کیونکہ ہم صاحبان اور اہلِ احسان ہیں۔ مجھے اپنے باپ اور دادا اور بھائی کی اقتداء کرنی چاہیے۔ جب انکے حقوق کو اہلِ طغیان و غضب نے غارت کیا۔

(ذبح عظیم، ص ۲۸۸، جنابِ حسین کی تنہائی اور بے کسی کے حالات، مطبوعہ کتب خانہ اثناء عشری، لاہور مغل حویلی)

فرمانِ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ: ومن کلامه علیه السّلام قاله وهو یلحا غسل رسول الله ﷺ واله وتجهیره۔ یابی انت و امّی یا رسول الله لقد القطع یموتك ما لم ینقطع بموتك غیرك من النبوّة والما نباءِ واخبار السّماء حصصت حتّٰی صرت عمن سواك وعممت حتّٰی صارا النّاس فیك سواء و لو لا انّك امرتبالصبر ولیت عن الجزع لا نفذنا علیك ماء الشؤون۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۲۲۵، صفحہ ۳۵۵، مطبوعہ بیروت طبع جدید چھوٹا سائز)

ترجمہ: جب آپ جناب رسول اللہ ﷺ کو غسل دے کر کفنانے لگے تو "فرمایا" میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی وفات سے نبوّت، وحی، آسمان کی خبریں منقطع ہو گئیں جو کہ آپ کے غیر کے مرنے سے نہ ہوئیں تھیں آپ ہیبت پہنچانے پر مخصوص ہوئے حتّٰی کہ اپنے غیر کی ہیبت سے ہمیں مطمئن کر دیا آپ کی وفات سے جو مصیبت ہم پر پڑ رہی ہے دوسرے کی موت میں یہ رنج و اندوہ کہاں آپ کی

ہیبت ایک عام ہیبت ہے حتیٰ کہ لوگ آپ کی ہیبت سے یکساں ویکسر ہو رہے ہیں اور اگر آپ صبر کا حکم نہ دیتے جزع وفزع سے منع نہ فرماتے تو ہم اس مصیبت پر اشک کا پانی انتہا کو پہنچا دیتے آنکھ اور دماغ کی تمام رطوبتیں قربان کر دیتے۔ (ترجمہ نیرنگ فصاحت، صفحہ ۳۷۵، مطبوعہ یوسفی دہلی طبع قدیم)

قارئینِ کرام! آئمہ اہلبیت کے جدِ امجد حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان پڑھنے اور سننے کے بعد کوئی بھی محبِ اہلبیت یہ نہیں کہہ سکتا کہ مروجہ ماتم آئمہ اہلبیت کے نزدیک ممنوع وحرام نہیں کیونکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر فرمایا کہ مروجہ ماتم اگر جائز ہوتا تو ہم ہلاک ہو جاتے کیونکہ دنیا کی تمام مصیبتیں اگر یکجا کر دی جائیں تو وہ مجموعی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کی مصیبت کی ہم پلہ نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا اگر کسی مصیبت پر جزع فزع (مروجہ ماتم) جائز ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ضرور ماتم کرتے لیکن آپ نے اس سے منع کیا اور صبر وتحمل کا درس دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دامادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سچی محبت عطا فرمائے۔ امین

تفضیلیوں سے بچو۔۔۔!!!

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

واضح ہو کہ بدعت سیئہ دو قسم ہے۔ عملی اور اعتقادی۔ عملی جیسے علم، تعزیئے اور قبروں کو سجدہ اور اعتقادی جیسے تفضیلیہ وخوارج وجبریہ وقدریہ وغیرہ۔ یہ لوگ اہل بدعت ہیں۔ ان کی صحبت سے بچنا چاہئے غرض جن باتوں پر صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہو چکا ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ رکھنا بدعت ہے۔ پھر ان میں جن کی بدعت حد کفر کو نہ پہنچی۔ جیسے تفضیلیہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے ورنہ باطل محض۔ (کلیاتِ مکاتیب رضا، ص ۶۰ تا ۶۱ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

میرے سنی بھائیو! آج کے زمانے میں تفضیلیوں نے عوام اہلسنت کو بہکانے کے لئے کہیں ''شیخ الاسلام'' کا لیبل لگایا ہے تو کہیں ''پیری مریدی'' کا جھانسہ بنایا ہے تو کہیں ''جیلانی'' کی نسبت سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ان زہریلے سانپوں سے بچو کہیں یہ تمہیں ڈس کر ''بدعت'' کا زہر تمہاری روح میں پھیلا کر تمہیں جہنم کی جانب نہ لے جائیں۔

ضربِ نعیمی بر ذکاء اللہ نجدی

الرد الجلی علی من طعن فی باب میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علامہ شیخ عدنان احمد خان چشتی

الحمد للہ عز وجل ربیع الاول کی جونہی آمد ہوتی ہے مسلمانوں کے چہرے اپنے نبی ﷺ کی ولادت کی خوشی میں کھل اٹھتے ہیں ہر طرف گویا بہار آجاتی ہے، فضاء دورودوسلام اور مصطفٰے جانِ رحمت ﷺ کی نعتوں سے گونجنے لگتی ہے۔ ایسے میں بعض لوگ اپنے خبث باطنی کا اظہار کرتے اور مسلمانوں کو مختلف طریقوں سے اس کارِ خیر سے روکنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں لیکن بقول امام اہلسنت:

پڑے خاک ہوجائیں جل جانے والے　　رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا

مسلمان مصطفٰے ﷺ کی آمد کی خوشی مناتے ہیں اور مناتے رہیں گے۔ مصطفٰے ﷺ کی ولادت کی خوشی کرنے سے روکنے والوں میں ایک ''مولوی ذکاء اللہ نجدی'' بھی ہے جس نے اپنے زعم میں سیدی و مولائی مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''جاء الحق'' کے باب میلاد شریف پر کچھ طبع آزمائی کرتے ہوئے ''الرد القوی'' نامی کتاب لکھی۔ ہم اس کے دلائل کا بھرپور رد قرآن وحدیث اور اقوال آئمہ مجتہدین ومحدثین سے پیش کرتے ہیں۔ اللہ عز وجل قبول حق کی توفیق مرحمت فرمائے۔

بدعت کی اقسام: اس میں اوّلاً بدعت کی تعریف اور اس پر وعیدیں ذکر کی ہیں۔ بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام میں اوّلاً ان کے گھر سے پیش کرتا ہوں چنانچہ قاضی شوکانی غیر مقلدوں کا امام فتح الباری کے حوالے سے لکھتا ہے:

''بدعت کہتے ہیں بغیر سابقہ مثال کے کسی شے کو پیدا کرنا اور شریعت میں اس کا اطلاق سنت کے مقابل پر ہوتا ہے اس وقت یہ مذموم ہوتی ہے اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت کسی مستحسن فی

الشرع کے تحت آئے تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر کسی ایسی شے کے تحت آئے جو کہ شریعت میں مذموم ہو تو وہ بری بدعت ہے۔ اور اگر ان دونوں میں سے نہ ہو تو وہ مباحات کی قسم میں سے ہے اور اسے پانچ احکام میں تقسیم کیا گیا ہے'' (نیل الاوطار، باب التراویح)

ان پانچ اقسام کو درج ذیل آئمہ ومحدثین نے ذکر فرمایا ہے امام نووی شرح مسلم میں، علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری ج ۱۳، ص ۲۵۴، دار المعرفہ بیروت، امام سیوطی الدیباج شرح مسلم ج ۲، ص ۴۴۵، امام سیوطی نے ہی حاشیہ نسائی میں نیز ابن تیمیہ کی کتاب الفرقان کے محقق علی بن تایف نے اس کے حاشیہ میں بھی بدعت کی پانچ اقسام کو بیان کیا ہے۔

ہم اس نجدی سے پوچھتے ہیں کہ حدیثِ رسول ﷺ '' کل بدعة ضلالة '' کا مطلب ان محدثین نے نہ سمجھا؟ جنہوں نے اس کی پانچ اقسام بیان کی پھر تمہارے اپنے محقق شوکانی اور وحید الزماں غیر مقلد کہ جس نے بدعت کی حسنہ، سیئہ، مباحہ اور مکروہہ اقسام بیان کی ہیں کیا یہ سب کے سب علم سے بے بہرہ تھے؟ وہابی صاحب اپنی عقل کا علاج کیجئے اور احادیث کو اپنے اٹکل سے نہیں بلکہ محدثین کی شروحات سے سمجھیں۔ بدعت پر سیر حاصل گفتگو بے شمار محدثین کے حوالے سے کی جاسکتی ہے۔ جس کا حق ہم محفوظ رکھتے ہیں۔

نجدی مولوی نے بدعت کی وجہ تسمیہ لکھتے ہوئے نیچے لکھا '' ھذا التوجیه من المؤلف '' مؤلف کی کیا حیثیت ہے؟ کیا مصادر شرعی میں سے کوئی مصدر ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اپنی تحقیق اپنے پاس رکھو۔ شاید یہ اس لئے لکھا تھا کہ سادہ لوح مسلمان سمجھیں کہ یہ بھی کسی عربی کتاب کا حوالہ ہے۔ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت '' جس سے پتہ لگا کہ فعل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدعت حسنہ ہے '' لکھ کر اس پر ہرزہ سرائی کی ہے حالانکہ خود صحابی رسول سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان '' نعمت البدعة هذه '' مفتی صاحب کی تائید فرما رہا ہے جو کہ صحیح حدیث میں موجود ہے۔

مولوی نے بدعت کے متعلق لکھا کہ '' اس کی تمام اقسام گمراہی ہی گمراہی ہیں '' بتاؤ جن محدثین نے بدعت کی اقسام بیان کی ہیں کیا انہوں نے گمراہی کو حسنہ کا نام دیا ہے (معاذ اللہ) نیز سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے

فرمان "نعمت البدعة هذه" میں بدعت کی جو بھی قسم مراد لو کیا وہ بھی گمراہی پر مبنی ہے (معاذاللہ)

"شرم مگر تم کو کیوں نہیں آتی"

قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے فعل صحابہ کو بدعت حسنہ کہنے پر اتنا غصہ اور خود وہ بات کی کہ جس سے صحابۂ کرام کا معاذاللہ گمراہی کو اچھا کہنا لازم آتا ہے۔ مفتی صاحب نے ایک حدیث "کیف تفعلون شیالم یفعله رسول الله قال هو خیر" نقل فرمائی، وہابی صاحب کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ اس کا ترجمہ جو مفتی صاحب نے کیا ہے پوری بریلویت کسی کتاب سے دکھادے اب ہم مفتی صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے پیش کرتے ہیں ہمت ہے تو اعتراض کرو، ہم جواب دینگے مفتی صاحب علیہ الرحمۃ عربی حدیث کے فوراً بعد لکھتے ہیں "آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ کیا صدیق نے فرمایا کہ یہ کام اچھا ہے" کیا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہمت ہے تو ثابت کرو۔ اس کے بعد مفتی صاحب نے اس حدیث کی وضاحت بیان فرمائی جس پر تم برہم ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمہارے باطل مذہب کو چکنا چور کرنے کے لئے کافی تھی۔ موصوف نے مفتی صاحب کی ایک عبارت "خلفاء راشدین کے حکم، سنت سے ملحق ہیں"، نقل کرکے اس پر بھی زہر اگلا ہے حالانکہ اس پر مفتی صاحب نے نورالانوار اور اشعۃ اللمعات کا حوالہ بھی ذکر کیا لیکن مولوی صاحب انہیں شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے اور آدھی عبارت لکھ کر اس پر طبع آزمائی شروع کردی حالانکہ خود حالت یہ ہے کہ وہابیہ نجدیہ قول صحابی کو حجت نہیں مانتے۔ اگر تم واقعی قولِ صحابہ کو سنت مانتے ہو تو پھر تمہیں ایک مجلس کی تین طلاق اور بیس رکعات تراویح کا انکار کرنا زیب نہیں دیتا۔

اگلے صفحے پر مولوی صاحب نے لکھا کہ: "کسی نبی کا میلاد نہیں منایا گیا" قارئین! ہمارے نزدیک میلاد کی حقیقت کیا ہے اگر بغض وعناد چھوڑ کر قبلہ مفتی احمد یار خان نعیمی کی تحریر کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ سرے سے یہ اعتراض ہی فضول ہے کیونکہ مفتی صاحب میلاد کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "میلاد شریف کی حقیقت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کا واقعہ بیان کرنا، حمل شریف کے واقعات، نورِ محمدی کی کرامات، نسب نامہ یا شیر خوارگی اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں پرورش

حاصل کرنے کے واقعات بیان کرنا اور حضور ﷺ کی نعت پاک نظم یا نثر میں پڑھنا سب اس کے تابع ہیں۔ اب واقعہ ولادت خواہ تنہائی میں پڑھو یا مجلس جمع کر کے پڑھو اور نظم میں پڑھو یا نثر میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس طرح بھی ہو اس کو میلاد شریف کہا جائے گا''

اس بات کو کئی علماء و محدثین اور علمائے اہلسنت نے اپنی اپنی کتب میں تحریر فرمایا ہے ضرورت پڑنے پر ہم ان سب کے حوالے پیش کرینگے۔ میلاد پر اعتراض کرنے والوں کو ہم دعوتِ انصاف دیتے ہیں کہ بتاؤ قبلہ مفتی صاحب جسے میلاد فرمارہے ہیں کیا وہ قرآن مجید، احادیث مبارکہ، اقوال صحابہ و تابعین بلکہ ہر زمانے میں ثابت نہیں ہے؟ اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو ہمارا مدعا ثابت اور اگر نفی کرتے ہیں تو دلیل پیش کریں کہ فلاں زمانے میں کسی بھی صورت میں ذکر مصطفےٰ ﷺ نہیں کیا گیا۔ دراصل تمہیں چڑ ہے صرف ذکر مصطفےٰ ﷺ سے ورنہ کتنے مسائل کے جواب میں تمہارے مولویوں (ثناء اللہ امرتسری، عبداللہ روپڑی وغیرہما) نے لکھا کہ (فلاں کام) حرمت کی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔ اب لاؤ اللہ عزوجل ورسول ﷺ وصحابہ رضی اللہ عنہم سے دلیل کہ میلاد جائز نہیں۔

اصول وہابیہ: ایک سوال کے جواب میں مولوی نذیر حسین دہلوی نے لکھا کہ ''یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ ورسول نے کہیں منع نہیں فرمایا، کہ اوپر مسجد اور نیچے مکانِ کرایہ مصالحِ مسجد کے لئے نہ بنانا'' یہ دلیل ہے جواز کی؟ قارئین کرام غور فرمائیے مسجد کے مسئلے میں نام لے کر منع نہیں فرمایا اس لئے جائز ہے اب تمام نجدی ذریت کو چیلنج کرتے ہیں کہ قیامت کی صبح تک کوئی ایک دلیل لے آؤ جس میں میلاد سے منع کیا گیا ہو۔ محترم قارئین اگر اسی تناظر میں ہم کہیں کہ اللہ اور رسول نے کہیں میلاد کرنے سے منع نہیں فرمایا تو یہ درست کیوں نہیں؟ لیکن یاد رہے یہ قاعدہ مسکوت عنہ کے اعتبار سے ہے۔ مولوی نے چند صفحات اس بات میں سیاہ کیے کہ فلاں نبی کا میلاد نہیں ہوا، فلاں کا نہیں ہوا۔ اولاً تو ہم اس کے دعوے دار نہیں اور نہ یہ ثابت کرنا ہمارے ذمہ ہے، ہم تو اپنے نبی ﷺ کی ولادت کی خوشی کرتے ہیں اسی کے دعوے دار ہیں اور اسے ہر وقت ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں لہٰذا یہ اعتراض فضول ہے۔ ثانیاً اگر غور کیا جائے تو ہمارے قارئین پر واضح ہوگا کہ میلاد کی جو تعریف مفتی صاحب نے بیان فرمائی ہے اس کے

مطابق تمام ہی انبیاء کا میلاد قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

نجدی صاحب نے محبتِ رسول ﷺ کا معیار نامی سرخی قائم کر کے سنی عاشقانِ رسول پر تبرا بازی کی ہے، گالیاں دی ہیں۔ ہم گالی کے جواب میں گالی دینے کے قائل نہیں لہٰذا ہمیں ان سے کوئی کام نہیں۔ رہی نجدی کی یہ بات کہ ایک مہینے میں میلاد کرتے ہیں یہ بھی اہلسنت پر بہتان ہے۔ ہمارے علماء سارا سال ہی اپنے نبی کا میلاد بیان کرتے ہیں شادی ہو یا غمی سنی مسلمان ہر موقع پر اپنے نبی کا میلاد مناتا ہے یہ بات ضرور ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں ان میلاد کی محافل میں اضافہ ضرور ہو جاتا ہے۔ اگر تمہیں ایک مہینے سے چڑ ہے تو تم کسی اور مہینے میں میلاد کر لو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ یاد رہے کوئی بھی مسلمان صرف ربیع الاول میں ہی میلاد کو جائز نہیں جانتا بلکہ ہم سارا سال کرتے بھی ہیں اور اسے جائز و مستحسن بھی جانتے ہیں۔ مولوی صاحب نے ایک جگہ لکھا کہ چار اماموں سے ثابت کر دو کہ کسی ایک نے میلاد منائی ہو لاؤ ایک لاکھ انعام دیا جائے گا ہم کہتے ہیں قیامت کی صبح تک کسی نبی، صحابی، آئمہ میں سے کسی امام سے میلاد کا ناجائز ہونا ثابت کر دو دس لاکھ انعام دیا جائے گا۔ ہم الحمد للہ عزوجل نہ صرف قرآن وحدیث بلکہ تمہارے اماموں سے بھی میلاد کا ثبوت فراہم کیئے دیتے ہیں۔ تعصب کی پٹی اتار کر اپنے امام کی مختصر سیرۃ الرسول پڑھو، صدیق حسن بھوپالی کی شمامۃ العنبر یہ، مولوی ابن تیمیہ کی اقتضاء الصراط المستقیم ہی پڑھ لو جس میں لکھا ہے کہ اگر میلاد کی بنیاد محبت رسول پر ہے تو ثواب ملے گا۔ مولوی نے ایک جگہ لکھا کہ ابولہب کی دو انگلیوں میں سے ایک میں دودھ اور دوسری میں شہد لگا ہوا ہے اور وہ کھا رہا ہے پوچھا یہ نعمت کہاں سے ملی؟ پھر اس روایت کے خلاف خوب سیخ پا ہوا اور لکھا کہ ''یہ قرآن کے خلاف ہے'' اب تم کو مانیں یا قرآن کو مانیں، تم جھوٹے اور تمہارے نقل کرنے والے جھوٹے۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ جو روایت تم نے لکھی ہے اس کے نقل کرنے والے تم ہی ہو اور تمہارے جھوٹے ہونے میں ذرّہ برابر بھی شک نہیں ہے، مولوی کو چاہیئے تھا کہ اس روایت کا حوالہ تو دیتا کہ کس نے اس کو اس طرح نقل کیا ہے۔ اور اگر اصل روایت کو نقل کرنے والے جھوٹے ہیں تو ذرا سنبھل کر اسے امام بخاری نے نقل کیا ہے نجدی صاحب کیا خیال ہے امام بخاری کے بارے میں؟

وہابی مولوی کا جھوٹ: نجدی مولوی نے سیدنا امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الحاوی سے ایک پیرا نقل کیا ہے جو ہم من وعن یہاں درج کرتے ہیں۔

''ایک بادشاہ نے یہ رواج میلاد نکالا، ایک مولوی کو پتہ چل گیا کہ اب داؤ اچھا لگ سکتا ہے، مولوی نے چھوٹا سا رسالہ لکھ بھیجا کہ یہ اچھا کام ہے بادشاہ نے بہت اچھا کام کیا ہے آپ ﷺ کی یادگاری ہوتی ہے محفل ہوگی، ذکر کی محفل ہوگی، بہت سے یتیم مسکین کھانا کھائینگے، اس لیے بادشاہ نے بہت اچھا اور خیر کا کام کیا ہے، یہ رسالہ لکھ کر بادشاہ کو بھیج دیا بادشاہ نے دو ہزار اشرفیاں مولوی کو انعام میں بھیج دیں، نتیجہ یہ ہوا کہ گھر بیٹھے اس جانور اور شیطان مولوی کو سال کا خرچہ مل گیا، گھر گھر یہ بدعت جاری ہوگئی'' ص ۳۲۔

ہم اس کے جواب میں سوائے **لعنة اللّٰه علی الکاذبین** کے اور کیا کہہ سکتے ہیں اس عبارت میں نجدی مولوی نے سیدنا امام سیوطی پر جو الزام لگائے اور جو گالیاں آپ کی طرف منسوب کیں ہیں اس کا جواب تو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اسے دینا ہی ہوگا، میں کہتا ہوں اگر تم نے محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے تو یہ عبارت لفظ بلفظ الحاوی سے دکھا دو میں منہ مانگا انعام دونگا اور اگر نہ دکھا سکو اور قیامت تک نہ دکھا سکو گے تو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کرو اور اعلانیہ لوگوں کو بتاؤ کہ میں نے میلاد شریف رکوانے کے لئے جلیل القدر محدث علامہ سیوطی پر جھوٹ باندھا تھا تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ نجدی رسول اللہ ﷺ کا میلاد ناجائز کہنے میں کتنے جری ہیں کہ جھوٹ جیسے کبیرہ گناہ کا سہارا لینے سے بھی نہیں شرماتے جس عالم دین کو تم نے ''جانور اور شیطان'' کہا ہے اب سنو امام سیوطی اس کے متعلق کیا لکھتے ہیں فرماتے ہیں ابن خلکان نے حافظ ابو الخطاب بن دحیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ مشاہیر فضلا اور اکابر علماء میں سے ہیں (الحاوی للفتاویٰ، ج ۱، ص ۱۸۲) ابو الخطاب ابن دحیہ کے بارے میں علامہ ذھبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے ترجمے میں لکھا ''**الامام العلامه الحافظ الکبیر**''

قارئین! یاد رہے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد کے جواز پر پورا رسالہ ''**حسن المقصد فی عمل المولد**'' لکھا ہے افسوس جو اس عمل خیر کے جواز میں لکھیں ان پر بہتان۔ العیاذ باللہ

محترم قارئین: ہمیں یہ جان کر مزید حیرت اور افسوس ہوا کہ نجدی ملا کی کتاب کے ص ۳۲ پر اقتباس کو مقالات راشدیہ ج ۲، ص ۳۴۵ سے لیا گیا ہے یہ کس کی کتاب ہے؟ نجدی مولوی لکھتا ہے ''شیخ العرب و العجم محدث جلیل وفقیہ عظیم ابومحمد بدیع الدین شاہ الرشدی''، یعنی امام سیوطی علیہ الرحمۃ پر جھوٹ باندھنے والا ان کا محدث جلیل شیخ العرب والعجم اور فقیہ عظیم ہے محترم قارئین جن کے محدث اور شیخ جھوٹ بولنے پر اس قدر جری ہوں ان کے عام مولویوں کی حالت کیا ہوگی؟ یقیناً آپ جان گئے ہونگے کہ یہ سب میلاد دشمنی کی نحوست ہے کہ ناجائز ہونے کی دلیل قرآن وحدیث سے نہ مل سکی تو امام سیوطی پر ہی جھوٹ باندھ دیا۔ ہم تمام نجدیوں خصوصاً مولوی ذکاء اللہ اور زبیر علیزئی کو چیلنج کرتے ہیں کہ تم اور تمہارے شیخ العرب نے امام سیوطی پر جھوٹ باندھ کر لعنة الله علی الکاذبین کا جو طوق پہنا ہے اگر ہمت ہے تو اسے اتار کر دکھاؤ، لیکن ہم جانتے ہیں تم قیامت تک یہ طوق نہ اتار سکو گے۔

اہل سنت پر جھوٹا الزام لگاتے ہوئے نجدی مولوی لکھتا ہے کہ ''ایک طرف تو اس عقیدہ باطلہ کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہر جگہ موجود اور حاضر وناظر ہے'' ص ۳۹

اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ نجدی صاحب لعنة الله علی الکاذبین پڑھ کر اپنے آپ پر دم کرو کہ شیخ نجدی کی محبت میں کیسے کیسے جھوٹ بولتے ہو۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مولوی اس کا حوالہ دیتا لیکن اب بھی ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ بتاؤ کہ کس معتبر سنی عالم دین نے یہ عقیدہ لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہر جگہ موجود ہے حوالہ دو ورنہ اپنے جھوٹے ہونے کا اعلان سرعام کرو اور توبہ کرو۔ رہا قیام تعظیمی کا مسئلہ تو یاد رہے کہ کوئی بھی سنی قیام میلاد کا معاذ اللہ اس لئے قائل نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اس لئے قیام کررہے ہیں بلکہ یہ محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم کے اظہار کے لئے ہے جس پر قبلہ مفتی صاحب نے جاء الحق میں سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ نجدی مولوی نے لکھا کہ قیام میلاد کا مسئلہ یہ کہہ کر گھڑا جاتا ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم ذکر ولادت باسعادت کے وقت تشریف لاتے ہیں ہم اس پر بھی حوالے کا مطالبہ کرتے ہیں اور یہ بھی بتادیں کہ کسی معتبر سنی عالم کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ذکر ولادت باسعادت کے وقت حضور تشریف لاتے ہیں۔ میلاد شریف کیخلاف کیے جانے والے اوچھے ہتھکنڈوں

میں سے ایک تاریخ کا مغالطہ دینا بھی ہے۔ جس کا ذکر مولوی نے ص ۴۲ پر کیا ہے۔ ہم اس کے جواب میں اتنا کہیں گے کہ اگر تمہارے نزدیک صرف تاریخ کا اختلاف ہے تو جو تمہارے نزدیک درست ہے اسی کو میلاد کی محفل کرلیا کرو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ قارئین یاد رہے وہابیوں کی بھی کھوپڑی الٹی ہے کبھی تعیین کو حرام کہتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ ولادت کا دن یہ نہیں ہے۔ پتہ چلا کہ مقصود میلاد سے روکنا ہے نہ کہ تاریخ کی تعیین، لیکن یاد رکھیں۔

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا پڑے خاک ہوجائیں جل جانے والے

تاریخ کا رونا رونے والوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے ڈیڈی جان نواب صدیق حسن بھوپالی نے الشمامۃ العنبریہ ص ۷ پر مولوی سلیمان ندوی نے رحمتِ عالم کے ص ۱۳ پر صادق سیالکوٹی نے سید الکونین کے ص ۵۹ پر سید عالم ﷺ کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے نیز تاریخ ولادت کے بارے میں ہی صحیح حدیث پاک موجود ہے چنانچہ حضرت سیدنا جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ کی ولادت 12 ربیع الاول بروز پیر کو ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ج 2 ص 215) کم از کم نجدی مولوی صاحب کو تاریخ ولادت پر تو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے کیونکہ دو جلیل القدر صحابہ ۱۲ ربیع الاول کو ولادت کی تاریخ قرار دے رہے ہیں اور یہ بات مسلّم ہے کہ صحابی کے مقابلے میں کسی وہابی کی بات نہیں مانی جائے گی۔

وہابیوں کی میلاد دشمنی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ص ۴۳ پر جشن عید میلاد النبی ﷺ کی خرابیاں نامی سرخی لگا کر جھوٹ اور ہذیان بکا گیا ہے الامان الحفیظ پہلے نمبر پر سنی عاشقان رسول پر فضول خرچی کرنے کا الزام لگایا گیا ہے حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ سنی مسلمان الحمدللہ عزوجل اپنے نبی ﷺ کے میلاد کی خوشی میں بھی خرچ کرتے ہیں اور دیگر جائز امور مثلاً فقراء کی امداد مساکین کی اعانت بھی کرتے ہیں۔ ہمارا مطالبہ میلاد کے بارے میں فضول خرچی کا الزام لگانے والوں سے ہے کہ کوئی ایک شخص ایسا دکھادو کہ جس نے کسی فقیر کو یہ کہہ کر لوٹا دیا ہو کہ میں میلاد میں رقم خرچ کرچکا ہوں لہٰذا تمہیں نہیں دے سکتا۔ تمہیں سب فضول خرچیاں نبی کے میلاد کے وقت ہی نظر آتی ہیں اپنی

مساجد، مدارس، جلسوں، جلوسوں پر لاکھوں روپے پانی کی طرح بہاتے وقت یتیم، غریب اور بیوائیں نظر نہیں آتیں، اپنی اولاد کی شادی کے وقت تمہیں نادار نظر نہیں آتے کہ لاکھوں روپے خرچ کرنے کے بجائے کسی غریب کی شادی ہی کروادیں۔ دوسری خرابی یہ لکھی کہ ''رسول اللہ پر جھوٹ'' حالانکہ اس کے یہ خود مرتکب ہیں کہ جس کام کو اللہ عزوجل اور اسکے رسول ﷺ نے ناجائز نہیں کہا یہ اسے شرک بتاتے ہیں (معاذاللہ) اگر میلاد منانے سے معاذاللہ رسول ﷺ پر جھوٹ باندھنا لازم آتا ہے تو نجدی ملاؤں کا پکی مساجد بنانا، محراب بنانا، جمعہ کی اذان ثانی الغرض ہر وہ کام جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا اور نہ ہی اس کا حکم دیا اس کے کرنے سے ان کا بھی رسول اللہ ﷺ پر دین چھپانے کا الزام لگانا بدرجہ اولی ثابت ہوتا ہے۔ ص ۴۷ کو لوگوں سے بھیک مانگنا کی سرخی سے سیاہ کیا ہے، اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اگر کارِ خیر کے لئے سوال کرنا اور دینے کی ترغیب دلانا مذموم اور بھیک مانگنا ہے تو تم دن رات اہل ثروت سے یہ بھیک اپنے مدارس اور جلسوں کے لئے مانگتے ہو اس وقت رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی تنقیص نظر نہیں آتی؟ اس وقت خیال نہیں آتا کہ اپنا گھر بار سب کچھ دین کی محبت میں لٹادیں اگر یہی معیار محبت ہے تو ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ نجدی صاحب یا تو دین کی محبت سے برأت کا اظہار کردو ورنہ اگر محبت ہے تو لوگوں سے مانگنے کے بجائے اپنا سب دھن، دولت، صدقہ کر کے غریبوں میں بانٹ دو۔ ماھو جوابکم فھو جوابنا۔ نجدی مولوی نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سارا مال حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرنے والی روایت لکھی چنانچہ لکھتا ہے (جب سارا مال ڈھیر کردیا) فرمایا: صدیق گھر میں کیا چھوڑا ہے؟ جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، ہم اس نجدی مولوی سے اس کا حوالہ طلب کرتے ہیں بتاؤ کہاں ہیں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے الفاظ؟ حوالہ دو ورنہ توبہ کرو غلط احادیث بیان کرتے ہو خدارا کچھ تو شرم کرو۔ ص ۴۹ پر لکھا کہ ''جشن عید میلاد النبی ﷺ کی بدعت کے موقع پر کعبۃ اللہ کی بھی تنقیص کی جاتی ہے اکثر لوگوں کو دیکھنے میں آیا ہے کہ اپنے گھروں کے سامنے مٹی کی شبیہ کعبہ بناتے ہیں کہ یہ بیت اللہ ہے'' الخ یہ بھی صریح جھوٹ ہے کہاں اکثر لوگ مٹی کی شبیہ بناتے ہیں؟ حوالہ دو، یاد رہے کہ اکثر لوگوں کا شبیہ کعبہ بنانے کا ثبوت دینا ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین۔ قارئین کرام مولوی کی

جہالت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس طرح کے ماڈل بتانے کو ابرہہ کے کعبہ بنانے کے مترادف کہتا ہے اگر ایسی بات ہے تو ہر مصلے، کیلینڈر اور مختلف اشیاء پر بنی ہوئی کعبۃ اللہ کی تصویریں بے شمار کعبۃ اللہ قرار پائیں گے جس کے تم خود بھی عامل ہو، لگاؤ فتویٰ کہ ایسے سارے نجدی ابرہہ کے ساتھ کے ہیں۔ص ۴۹ پر ہی لکھتا ہے کہ بس سارا سال جو کچھ چاہو مرضی کرتے رہو، فقط ۱۲ ربیع الاول کو ایک محفل کرواور جنت پکی مل جائیگی۔ یہ بھی صریح جھوٹ ہے کسی سنی عالم نے نہ یہ لکھا اور نہ ہی کسی کا عقیدہ ہے۔ص ۵۲، پر لکھا کہ اگر غیر مسلم انہیں دیکھے تو بجائے اس کے کہ اسلام کے نزدیک ہو بلکہ متنفر ہوگا کہ کیا یہ اسلام کا تقاضا ہے الخ یہ بات اظہر من الشّمس ہے اور بے شمار واقعات موجود ہیں کہ محفلِ میلاد یا جلوس میلاد کی برکت سے کئی غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو گئے سوائے نجدیوں کے دنیا میں کسی کو میلاد منانے پر نہ اعتراض ہے اور نہ ہی کوئی متنفر ہوتا ہے بلکہ لوگ اسلام کے قریب آتے ہیں کہ یہ مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت کرتے ہیں کہ سینکڑوں سال گزرنے کے بعد بھی ان کی ولادت پر کیسی مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

میلاد منانا سنتِ الٰہیہ ہے: ص ۵۴ پر لکھتا ہے کہ مولوی احمد یار گجراتی کا مؤقف ہے کہ محفل عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنت الٰہیہ، سنت ملائکہ، سنت قرآنی، سنت انبیاء اور پھر قرآن، احادیث اقوال علماء، اولیاء مشائخ تمام سے میلاد ثابت ہے۔ الحمد للہ عزوجل قبلہ مفتی صاحب میلاد کی جو تعریف بیان فرمائی ہے بتاؤ کیا وہ سنت الٰہیہ نہیں؟ کیا صحابہ کا طریقہ نہیں؟ کیا قرآن اس پر شاہد نہیں ہے؟ تم انکار تو کرو ہم اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے دلائل کے انبار لگا دیں گے۔ باقی تمہارا یہ اعترض کرنا کہ فلاں نے لکھا ہے کہ تینوں زمانوں میں میلاد نہ تھی، فلاں بادشاہ نے شروع کی، لہٰذا دیکھو ان میں تضاد ہے حالانکہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے مفتی صاحب نے جو میلاد کو قرآن وسنت سے ثابت اور صحابہ وانبیاء کی سنت کہا ہے اس سے مراد اصل میلاد ہے یعنی میلاد کی حقیقت اور جن بزرگوں نے کہا تین زمانوں میں نہ ہوا اس سے مراد ہیئت کذائیہ ہے لہذا اس میں کوئی تعارض اور کوئی تضاد نہیں ہے۔ ہیئت کذائیہ کی نفی سے اصل میلاد کی نفی لازم نہیں آتی۔

ص ۵۶ پر دوسری گزارش کے تحت لکھا کہ اگر اللہ تبارک وتعالی اور ملائکہ شروع سے رب تک جشن میلاد مناتے ہیں اور تمام رسول اپنی اپنی زندگی میں ہر سال جشن میلاد النبی مناتے رہے تو پھر اسے تو واجب ہونا چاہیے تھا حالانکہ یہ لوگ اسے مستحب کہتے ہیں اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ درود وسلام کے متعلق تمہارا کیا مؤقف ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے ہر وقت نبی پاک پر درود بھیجتے ہیں تمہارے نزدیک تو واجب ہوگا؟ تمہارے اصول کے مطابق یاد رہے میلاد ذکر رسول ﷺ کا نام ہے جیسا کہ ہم ابتداء میں وضاحت کر چکے لہٰذا اب یہ کہنا کہ میلاد کبھی کیا گیا یا ملائکہ اور انبیاء نے ہمیشہ کی۔ تو جب جب ذکر رسول ﷺ کیا گیا جو کہ قرآن وحدیث میں تواتر سے منقول ہے تو گویا میلاد ہی کیا گیا۔ یہ بات یاد رہے کہ میلاد ہم مناتے ہیں لہٰذا میلاد کیا ہے اس کے بارے میں بھی جو ہمارے علماء نے تعریف بیان کی وہی مانی جائے گی نہ کہ وہابیوں کی من گھڑت باتیں۔ الحمد للہ عزوجل ہم کسی بھی خلاف شرع بات کو نہ میلاد کا جزو اور نہ ہی میلاد مانتے ہیں ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ میلاد ذکر رسول کا نام ہے اس پر ہم ترمذی شریف سے حوالہ پیش کرتے ہیں چنانچہ امام ترمذی نے باب قائم فرمایا "باب ماجاء فی میلاد النبی ﷺ" اور حدیث نقل فرمائی جس میں صحابیِ رسول سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ بڑے ہیں یا آپ؟ تو صحابی نے فرمایا کہ "بڑے تو رسول اللہ ﷺ ہی ہیں ولادت میں، میں مقدم ہوں" قارئین کرام غور فرمائیے حدیث میں صرف حضور ﷺ کی عمر مبارک کا تذکرہ ہے اور امام ترمذی نے باب باندھا ہے میلاد النبی ﷺ کا پتہ چلا کہ ذکر مصطفیٰ ﷺ جہاں بھی ہوا سے میلاد کہا جا سکتا ہے۔

نجدی مولوی نے ص ۵۸ پر تیسری گزارش کے تحت لکھا کہ جاء الحق میں ہے کہ "ہر زمانے میں علماء و اولیاء میلاد مناتے آئے ہیں اور مستحب جانتے تھے" جبکہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ "سلف صالحین نے محافل میلاد منعقد نہیں کیں۔" اس کا جواب یہ ہے کہ مفتی صاحب نے جس میلاد کا ہر زمانے میں ہونا فرمایا ہے اس سے اصل میلاد اور علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ نے جو نفی فرمائی اس سے ہیئت کذائیہ مراد ہے لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے چوتھی گزارش کے تحت ص ۵۹ پر تبرا بازی کی گئی ہے کہ جاء الحق میں ہے "(میلاد) پیغمبروں کے فعل سے ثابت ہے" ہمارا سوال ہے کیا انبیاء علیہم السلام نے

نبی پاک ﷺ کی عظمت وشان، آپ ﷺ کی آمد کا ذکر خیر نہیں فرمایا؟ یقیناً فرمایا ہے، جب فرمایا ہے اس کے آپ بھی منکر نہیں تو میلاد اور کس چیز کا نام ہے؟ یہی تو میلاد ہے جو تم نے بھی تسلیم کرلیا ہے اگرچہ اس فعل کو میلاد کہتے ہوئے تمہاری جان نکلتی ہے۔

نزول مائدہ پر وہابی اشکال کا جواب: ص۶۰ پر مؤخذات کی سرخی لگا کر لکھا ہے کہ ''(بنیا سرائیل پر) مائدہ نازل کیا یا نہیں اس بارے میں مفسرین کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے'' یعنی دونوں باتوں کا احتمال ہے مائدہ نازل ہوا یا نہیں اس کے بعد قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھا کہ ''حسن بصری فرماتے ہیں کہ مائدہ نازل نہیں ہوا'' اب اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ اصول میں یہ بات مسلم ہے کہ **اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلا** ''جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے'' اگر یہ اصول اسی طرح ہے تو لکھ دیں کہ ہر وہ بات خواہ عقیدے سے ہو یا عمل سے جس میں دو قول ہونگے اس سے استدلال باطل ہوگا پھر دیکھئے آپ کی وہابیت کا کیا حشر ہوتا ہے حالانکہ اسی کتاب (تفسیر طبری) میں مائدہ کے اترنے کی روایات بھی موجود ہیں نیز تفسیر درمنثور میں کئی روایات ہیں سب سے بڑھ کر جامع ترمذی میں فرمانِ رسول ﷺ موجود ہے کہ بنی اسرائیل پر دسترخوان نازل کیا گیا تھا جس میں روٹی اور گوشت موجود تھا وہابی مولوی عبدالرحمٰن مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی ج۸، ص۴۲۴ پر اس حدیث کے راویوں کو ثقہ اور صدوق لکھا ہے نیز جونا گڑھی کے ترجمہ کے محشی صلاح الدین یوسف نے اسی آیت کے تحت لکھا کہ جمہور علماء (امام شوکانی اور امام ابن جریر طبری) سمیت اس کے نزول کے قائل ہیں (ص ۳۳۸، سعودی ترجمہ)

وہابی صاحب پہلے اپنے گھر کی خبر لیں اور اپنی جہالت پر ماتم کیجئے ایک طرف فرمانِ رسول ﷺ اور دوسری طرف قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول اب تمہاری مرضی کس کو مانتے ہو؟ نیز ہمارا استدلال اس بات پر نہیں کہ مائدہ نازل ہوا یا نہیں لیکن آپ کی جہالت بہرحال ہم نے طشت ازبام کردی۔

اب سنئے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ ''ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید قرار پائے۔'' یعنی اس دن کو ہم عید بنالیں گے معلوم ہوا نزولِ خوان کے دن کو عیسیٰ علیہ السلام عید

بنانے کا فرمارہے ہیں تو جس دن سید الانبیاء ﷺ کی ولادت ہوا سے اگر عید کہا جائے تو کون سی قیامت ہے نیز یہ بھی پتہ چلا کہ جس دن رب کی رحمت ہو اس دن کو عید بنانا اور خوشی کا اظہار کرنا صالحین کا طریقہ ہے اس میں نہ نصاریٰ کی پیروی ہے نہ ان کی اتباع بلکہ یہ اللہ عزوجل کے قرآن پر عمل ہے اگر یہ نصاریٰ کی اتباع ہے تو پھر عاشورہ کا روزہ رکھنا جس کی حضور ﷺ نے ترغیب دلائی اسے کس کا نام دو گے؟

نجدی مولوی نے ص ۶۲ پر لکھا ''فلاں آیت سے یہ استدلال نبی اکرم ﷺ نے نہیں کیا، یہ معنی بیان نہیں فرمایا لہٰذا تمہارا استدلال مردود ہے، ذاتِ پیغمبر پر بہتان ہے'' اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ نجدی ملاں کی یہ بات کس قدر جہالت پر مبنی ہے اب ہم تمہیں آئینہ دکھاتے ہیں کہ تمہارے مولویوں نے قرآن مجید سے وہ استدلال کئے ہیں جو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کیا چنانچہ مولوی زبیر علی زئی نے سورۃ المائدہ آیت ۳۲ سے انتقال خون کو جائز قرار دیا ہے اس آیت سے یہ استدلال نہ صحابہ نے کیا نہ نبی اکرم ﷺ نے۔ لہٰذا تمہارے اصول کے مطابق تو زبیر علی زئی نے رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھا ہے لہٰذا اس سے توبہ کراؤ۔ مزید حوالوں کا حق ہم محفوظ رکھتے ہیں۔

ص ۶۴ سے ص ۶۸ تک جو طبع آزمائی کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کی جو آیات قبلہ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی ہیں ان میں میلاد کا لفظ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو کہ میلاد مناؤ۔ ہمارا پوری نجدی ذریت کو تا قیامت تک چیلنج ہے کہ کوئی ایک آیت یا حدیث دکھادو جس میں میلاد منانے سے منع فرمایا ہو ھاتو برھانکم ان کنتم صدقین ہمارا یہ چیلنج اس وجہ سے بھی درست ہے کہ تمہارے نذیر حسین دہلوی کا حوالہ پہلے نقل کر چکے کہ اس کے نزدیک نام لے کر ممانعت نہ ہو تو وہ فعل جائز ہے لہٰذا وہابیوں کو چاہیے شریعت پر بہتان بازی سے توبہ کریں۔ جس شئے کو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ نے ممنوع قرار نہیں دیا، کیا نجدی (معاذ اللہ) خدا و مصطفٰے عزوجل و ﷺ سے بڑھ کر ہیں کہ حرام کے فتوے داغ رہے ہیں۔

ص ۶۸ پر مفتی صاحب کے ''قل بفضل اللہ'' والی آیت سے استدلال پر وہی پرانا رونا رویا کہ اس میں میلاد کا لفظ نہیں ہے اس کے جواب میں ہم پھر کہیں گے کہ تم نے کونسی ایسی دلیل دی ہے

جس میں میلاد سے منع کا لفظ موجود ہے ہمت ہے تو پیش کرو۔ جہاں تک "فلیفرحوا" سے استدلال کا تعلق ہے تو یاد رہے کہ جب انسان خوش ہوتا ہے تو اس کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتا ہے۔ فی زمانہ گھر سجانا صدقہ وخیرات کرنا بھی خوشی کے اظہار کا طریقہ ہے لہٰذا اس میں کوئی قباحت نہیں ہے جبکہ کوئی دوسرا کام خلاف شرع نہ پایا جائے مولوی نے اس آیت میں فضل اور رحمت سے کون مراد ہے اس پر مختلف قول نقل کرنے سے پہلے لکھا کہ "اس آیت میں تو فضل اور رحمت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے ہی نہیں تو پھر اس آیت کو اپنی بدعت کی تائید میں پیش کرنا چہ معنی دارد؟" یہ بھی نجدی کا جھوٹ ہے کیونکہ اسی کتاب کے ص ۲۷ پر زادالمیسر کے حوالے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول لکھا کہ رحمت سے نبی مکرم ﷺ کی ذات مراد ہے۔

وہابیوں پر جھوٹ بولنا فرض ہے: قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ نجدی مولوی نے اس کتاب میں کس قدر جھوٹ بولے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک معاذاللہ خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے۔ اب اگر یہ جھوٹ نہ بولیں اور بول سکنے پر قادر ہوں تو اس سے شرک لازم آتا ہے (وہابی اصول کے مطابق) اور اگر کہیں کہ مولوی جھوٹ بول ہی نہیں سکتا تو اللہ عزوجل سے قدرت میں زیادتی لازم آتی ہے جو کہ کفر ہے۔ لہٰذا اب کفر اور شرک سے بچنے کے لئے جھوٹ بولنا فرض قرار پائے گا۔ جس کا منہ بولتا ثبوت نجدی مولوی کی عبارات ہیں اللہ عزوجل ہدایت نصیب فرمائے۔ نبی اکرم ﷺ کا فضل اللہ ہونا نجدیوں کو بھی تسلیم ہے جیسا کہ ص ۷۰ پر لکھا ہے "تو اب آیت میں فضل سے ذات مصطفیٰ مراد لینے میں کون سی شرعی خرابی لازم آتی ہے (معاذاللہ)" پھر آیت میں رحمت سے مراد ذاتِ مصطفیٰ ﷺ تو تم نے بھی مان لیا لہٰذا ہمارا مدعیٰ ثابت ہوا۔ الحمد للہ سنی سارا سال ہی اپنے نبی ﷺ کی آمد کی خوشی کرتے رہتے ہیں یہ علیحدہ بات ہے کہ ربیع الاول میں زیادہ اہتمام کرتے ہیں لیکن ہم سارا سال ہی میلاد کو جائز اور درست مانتے ہیں۔

وہابیوں کا بخاری پر اعتراض: ص ۷۳ پر بخاری کی ابولہب کے عذاب میں تخفیف والی روایت لکھ کر اس پر جو زہر اگلا ہے اس کا جواب حاضر ہے۔ بخاری بخاری کی رٹ لگانے والے بخاری سے بھی

ہاتھ دھو بیٹھے چنانچہ نجدی مولوی صاحب نے بخاری کی روایت کو ضعیف اور قرآن کے مخالف قرار دیا، گویا ان کے نزدیک بخاری میں آیاتِ قرآنیہ کے خلاف روایات درج ہیں۔ حالانکہ اس روایت کو مندرجہ ذیل محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل بھی فرمایا اور اس سے استدلال بھی فرمایا ہے

عبدالرزاق، المصنف، 7:478، رقم 13955

عبدالرزاق، المصنف، 9:26، رقم 16350

مروزی، السنۃ 82 :، رقم 290

بیہقی، السنن الکبری، 7:162، رقم 13701

زیلعی، نصب الرایۃ، .14 3:168 ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، 67:171، .15 172

بیہقی، دلائل النبوۃ و معرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ، 1:149

ابن سعد، الطبقات الکبری، 108 : 1

ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، .1:6212

بغوی، شرح السنۃ، 76 : 9، رقم 2282 :

بیہقی، شعب الإیمان، 1:261، رقم 281

الروض الأنف فی تفسیر السیر ۃ النبویۃ لابن ہشام، 98 : 3، .13 99

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، .18 20:95

شیبانی، حدائق الأنوار، .1:13419

ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 229 : 2، 230

.16 عسقلانی، فتح الباری، .17 145 : 9 عینی،

ابن ابی دنیا نے کتاب المنامات (ص 154:، رقم 263 :) میں اسے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

غیر مقلدین کے بانی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا بیٹا عبداللہ بن محمد اپنی کتاب مختصر سیرۃ الرسول میں میلاد شریف کے حوالے سے لکھتا ہے: وأرضعته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثویبۃ عتیقۃ أبی لھب، أعتقھا حین بشّرتہ بولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم .وقد رؤی أبولھب بعد موتہ فی النوم، فقیل لہ :ما حالک؟ فقال :فی النار، إلا أنہ خُفّف عنّی کل اثنین، وأمصّ من بین أصبعی ھاتین ماء .وأشار برأس أصبعہ .وإن ذلک بإعتاقی لثویبۃ عندما بشّرتنی بولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبإرضاعھا لہ.

قال ابن الجوزی :فإذا کان ھذا أبولھب الکافر الذی نزل القران بذمّہ جُوزیَ بفرحہ

لیلة مولد النبی صلی الله علیه و آله وسلم به، فما حال المسلم الموحد من أمته يُسر بمولده.

اور ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا، جب اُس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کی خبر سنائی تو ابولہب نے اُسے آزاد کردیا۔ ابولہب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو اس سے پوچھا گیا: اب تیرا کیا حال ہے؟ پس اُس نے کہا: آگ میں جل رہا ہوں، تاہم ہر سوموار کو (میرے عذاب میں) تخفیف کردی جاتی ہے اور اُنگلی کے اشارہ سے کہنے لگا کہ میری ان دوانگلیوں کے درمیان سے پانی نکلتا ہے (جسے میں پی لیتا ہوں)، اور یہ (تخفیفِ عذاب میرے لیے) اس وجہ سے ہے کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا جب اس نے مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت کی خوش خبری دی اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ بھی پلایا تھا۔

ابن جوزی فرماتے ہیں: جب ابولہب جیسے کافر کہ جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا کو میلادالنبی کی رات جزا دی جاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے اُس توحید پرست مسلمان کو ملنے والے اَجر و ثواب کا کیا عالم ہوگا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کی خوشی مناتا ہے۔

(مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۳)

مولوی صاحب اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور اپنی بے علمی کا ماتم کریں، اب تمہیں چاہئے کہ یا تو قبلہ مفتی صاحب کی علمیت کے قائل ہو کر اپنے غلط عقائد ونظریات سے توبہ کرلو ورنہ جو بکواس مفتی صاحب کے بارے میں کی ہے کیا وہی اپنے وہابی مولوی کے لئے بھی روا سمجھتے ہو۔ اصولاً تو تمہارے تمام اعتراضات کا جواب ہوگیا کیونکہ تمہارے مولوی نے نہ تو اس کو ضعیف کہا نہ ہی قرآن کی آیت کے خلاف بتایا بلکہ اس سے استدلال نہ صرف لکھا بلکہ اسے ثابت بھی رکھا۔ کیا یہ جاہل تھا یا جان چھڑانے کے لئے کہو گے کہ یہ بریلوی ہوگیا تھا۔

صحیح بخاری شریف دیگر کئی کتب حدیث میں الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ روایت مذکور ہے روایتوں میں اختصار ہے اور بعض میں تفصیل ہے، صحیح بخاری شریف ج2، ص 764 کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: قال عروة و ثویبة مولاة لابی لهب کان ابولهب اعتقها فارضعت النبی صلی

الله علیه وسلم فلما مات ابولهب اریه بعض اهله بشرحیبة قال له ماذا لقیت قال ابولهب لم الق بعدکم غیرانی سقیت فی هذه بعتاقتی ثویبة۔ ترجمہ: حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ثویبہ ابولہب کی باندی ہے، ابولہب نے انہیں آزاد کیا تھا اور وہ حضرت نبی پاک ﷺ کو دودھ پلائیں، جب ابولہب مرگیا تو اس کے خاندان والوں میں کسی نے خواب میں اسے بدترین حالت میں دیکھا، اس سے کہا: تونے کیا پایا؟ ابولہب نے کہا: میں نے تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد کچھ آرام نہیں پایا، سوائے یہ کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے اس انگلی سے سیراب کیا جاتا ہوں۔ (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب وامہاتکم اللاتی ارضعنکم، ج2، ص 764) اس روایت کی شرح کرتے ہوئے شارحین صحیح بخاری شریف علامہ بدرالدین عینی حنفی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہا اللہ تعالی وغیرہما اپنی اپنی شرح میں دیگر کتب حدیث کے حوالہ سے تفصیلی روایت تحریر فرماتے ہیں، ہم یہاں حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح فتح الباری ج 14 ص 45 سے عبارت نقل کرتے ہیں:

وذکرالسهیلی ان العباس رضی الله تعالی عنه قال لمامات ابولهب رایته فی منامی بعد حول فی شرحال، فقال مالقیت بعدکم راحة الا ان العذاب یخفف عنی کل یوم اثنین، قال وذلك ان النبی صلی الله علیه وسلم ولدیوم الاثنین وکانت ثویبة بشرت ابالهب بمولده فاعتقها۔ ترجمہ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابولہب مرگیا تو میں نے ایک سال کے بعد خواب میں اسے بدترین حالت میں دیکھا تو اس نے کہا: میں تم سے جدا ہونے کے بعداب تک راحت نہیں پایا، البتہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب ہلکا کیا جاتا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں وہ اس لئے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ پیر کے دن تولد ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو آپ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری دی تو اس نے انہیں آزاد کردیا۔ (فتح الباری، کتاب النکاح، باب وامہاتکم اللاتی ارضعنکم، ج 11، ص 381) یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ ذیل میں مذکور کتب احادیث میں بھی وارد ہے: سنن کبری للبیہقی، کتاب النکاح، حدیث نمبر 14297۔ مصنف عبدالرزاق کتاب المناسک ج7۔ حدیث نمبر 13955۔ کنز العمال، کتاب الرضاع من قسم الافعال، حدیث نمبر 35490۔ سلف صالحین وعلماء امت میں حافظ شمس الدین ابن الجزری اور حافظ شمس الدین بن ناصرالدین دمشقی رحمہما اللہ

تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر خوشی منانے اور فرحت ومسرت کا اظہار کرنے پر اس روایت سے استدلال کیا ہے، حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی اپنی کتاب ''مورد الصادی فی مولد الھادی'' میں تحریر فرماتے ہیں :قد صح ان ابا لھب یخفف عنه عذاب النار فی مثل یوم الاثنین باعتاقه ثویبة مسرورا بمیلاد النبی صلی الله علیه وسلم ثم انشد ترجمہ: یہ صحیح روایت ہے کہ ابولہب نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک پر خوش ہوکر ثویبہ کو آزاد کیا، اس کے سبب ابولہب سے پیر کے دن دوزخ کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے پھر انہوں نے اشعار پڑھے، اس کا ترجمہ یہ ہے: جب یہ (ابولہب) کافر ہے جس کی مذمت میں ''سورہ تبت یدا'' نازل ہوئی اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والا ہے تاہم احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد پر خوش ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ہر پیر کے دن اس سے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے تو اُس بندہ کے حق میں کس قدر اجر وثواب کا گمان کیا جائے جو عمر بھر احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی منایا اور حالت ایمان میں انتقال کیا۔ و نیز اس کا ذکر شرح المواہب للزرقانی، ج 1، ص 261، اور سبل الھدیٰ والرشاد، ج 1، ص 367 میں موجود ہے۔

نجدی مولوی کے دماغ کی گندگی: ص ۸۰ پر مفتی صاحب کی عبارت ''آج کسی کے فرزند ہوتو ہر سال تاریخ پیدائش پر سالگرہ کا جشن کرتا ہے، کسی کو سلطنت ملے تو ہر سال اس تاریخ پر جشن جلوس مناتا ہے، تو جس تاریخ پر دنیا میں سب سے بڑی نعمت آئی، اس پر خوشی منانا کیوں منع ہوگا'' اس پر جو طوفانِ بدتمیزی اٹھایا ہے وہ ملاحظہ فرمایئے لکھتا ہے:

''اب دنیا کے کھیل کود کو جلوسوں کی حجت سمجھ بیٹھے، اہل دانش ان بے توفیقوں سے پوچھیں گے کہ سالگرہ منانا یا سلطنت کے ملنے پر مجرے سجانا، زنا کاریوں کی محفل سجانا، کیا یہ کام شریعت ہیں؟''

قارئین کرام! غور فرمایئے قبلہ مفتی صاحب نے اس بات کو دلیل شرعی نہیں قرار دیا تھا بلکہ کئی آیات واحادیث سے استدلال کے بعد ایک دنیوی مثال پیش فرمائی تھی جس پر نجدی ملاں نے کتنی برہمی کا اظہا کیا سچ کہا ہے کسی نے کہ برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہو۔ بات تھی میلاد نبی کی اور نجدی اسے کہاں لے گیا لگتا ایسا ہے کہ اسے مجروں اور زنا کاریوں کی محفلوں سے خاص دلچسپی ہے جو اللہ کے نبی کے

ذکر کے وقت بھی اس کے دماغ میں انھیں کا فتور بھرا ہے۔ حالانکہ قبلہ مفتی صاحب اسی باب کے ابتداء میں فرما چکے ہیں کہ ''کسی بھی خلاف شرع حرکت کا میلاد سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ہم کسی بھی خلاف شرع بات کو میلاد کے لئے جائز قرار دیتے ہیں'' اس قدر تصریح کے بعد بھی نجدی ملاں اگر مجروں اور زنا کاریوں کی محفلوں میں گھومتے رہے تو یہ اسکی اپنی پسند ہے۔

ص ۸۳ پر مفتی صاحب پر بہتان لگایا اور آدھی عبارت نقل کر کے کہتا ہے کہ ''جو معجزات بیان کئے گئے ہیں یہ قرآن کی کونسی آیت میں ہیں'' حالانکہ مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ ''قرآن پاک میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کو تسلی دینا، عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں کلام فرمانا یہ سب بیان کیا گیا ہے اور میلاد خواں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت، آپ کے بچپن کے واقعات اور رضاعت و ولادت کے وقت کے عجائبات بیان کرتا ہے یہ وہی قرآنی سنت ہے۔ یعنی انبیائے کرام کے فضائل و مناقب بیان کرنا جو کہ بالکل درست ہے'' نجدی مولوی شائد اس اصول پر عمل پیرا ہے کہ جھوٹ اس طرح بولو کہ لوگ سچ سمجھنے لگیں۔

آخر میں ترمذی شریف سے ایک روایت نقل کر کے ایک عمومی مغالطے کا ازالہ ضروری سمجھتا ہوں چنانچہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ایک انصاری صحابی مسجد قباء میں لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اور ہر رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھتے (سورۃ فاتحہ کے بعد) پھر دوسری سورۃ پڑھا کرتے۔ آپ کو منع کیا گیا لیکن آپ نے اپنا عمل جاری رکھا صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی آپ نے وجہ دریافت فرمائی تو صحابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سورۃ سے محبت کرتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی محبت تجھے جنت میں لے جائے گی'' اس روایت کو امام بخاری نے بھی بخاری ج ۱، ص ۱۰۷، پر نقل فرمایا ہے۔ قارئین کرام! اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ایک سورۃ کو خاص کر لینا یہ وہ کام تھا جو کہ سب صحابہ کرام نہ کیا کرتے تھے، جبھی تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا۔

یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو خود کیا تھا اور نہ ہی اس کی ترغیب دلائی تھی اگر ایسا ہوتا تو صحابہ اس صحابی پر اعتراض نہ کرتے۔ اب نجدی مولویوں سے ہمارا سوال ہے کہ کیا ان صحابی کو سورۃ اخلاص سے محبت نبی اکرم کی سورۃ اخلاص سے محبت بڑھ کر تھی کہ جو کام نبی علیہ السلام نے نہیں کیا وہ صحابی نے کیا؟ نیز یہ ایک سورۃ کو معین فرمالینا آیا اسے تعین شرعی سمجھ کر کیا تھا یا بغیر تعیین شرعی کے۔ اگر نجدی مولویوں نے خوفِ خدا

ملحوظ رکھا تو کئی مسائل حل ہو جائیں گے۔ یاد رہے ایسی کئی مثالیں کتبِ احادیث میں موجود ہیں۔ آخر میں نجدیوں کو دعوتِ انصاف دیتے ہیں کہ اگر تم میلاد نہیں مناتے مت مناؤ مگر خدارا خدارا جو صرف اپنے نبی کی محبت میں خوشی کا اظہار کرتے ہیں ان پر شرک و کفر کے فتوے مت لگاؤ ورنہ روزِ قیامت کیا جواب دو گے کہ ذکرِ خدا اور رسول روکنے کے لئے کیسے کیسے جھوٹ کا سہارا لیا کرتے تھے۔ ایک اور بات غارق فی الذنوب مولوی کے نام کہ ذرا اس سے باہر آجائیں کہیں یہ تمہیں کفر میں ہی غرق نہ کردے۔

☆☆☆☆☆

"اہلسنت کیلئے خوشخبری"

الحمد للہ علی احسانہ "پاسبانِ اہلسنّت وجماعت" کی جانب سے علمائے اہلسنّت کی کتب کی اشاعت کے لئے "تحفظ عقائدِ اہلسنّت" کے نام سے ایک ادارے کا قیام کیا گیا ہے جس کے تحت علمائے اہلسنّت کی درج ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

(۱) **آفتاب ہدایت رد رفض وبدعت**: یہ کتاب شیر اسلام مولانا کرم الدین دبیر رحمہ اللہ کی مایہ ناز تصنیف ہے۔ یہ کتاب رد شیعت میں بہت بہترین ہے اس کتاب کو قاضی مظہر حسین دیوبندی نے تحریف کر کے شائع کیا تھا مگر ہم نے اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کا عکس شائع کیا ہے۔ جس میں وہ تمام ہی باتیں موجود ہیں جسے قاضی صاحب نے نکال دیا تھا۔ اس کتاب میں تحریفات کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ برادرم میثم عباس رضوی حفظہ اللہ کا وہ مقالہ بھی موجود ہے۔ جس سے ان دیوبندیوں کے تمام شبہات کا ازالہ ہوتا ہے جو مولانا کرم الدین دبیر کو دیوبندی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

(۲) **انبیاء کرام گناہ سے پاک ہیں**: یہ کتاب امام اہلسنّت احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نایاب فتویٰ ہے جو احناف پر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب ہے اس کی تقدیم وترتیب وتخریج وتحشیہ کا کام مفتی ذوالفقار خان نعیمی (انڈیا) نے کیا ہے۔

نوٹ: امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ "فتاویٰ رضویہ" میں نہیں ہے۔

(۳) **داڑھی والی دلہن**: یہ کتاب نانوتوی وگنگوہی صاحبان کی شرمناک عشق کی دلچسپ داستان ہے اس کے مصنف علامہ عبدالستار ہمدانی (انڈیا) ہیں اس کتاب کے محشی برادرم ابو معاویہ حشمتی حفظہ اللہ ہیں۔

(۴) **صمصام المدینہ علی الدیوبندیۃ الممھینۃ**: یہ فتویٰ مبارکہ مفتی طیب داناپوری رحمہ اللہ کا ہے اس کی تخریج برادرم میثم عباس رضوی حفظہ اللہ نے کی ہے۔ یہ فتویٰ مبارکہ حسام الحرمین کی تائید اور دیوبندیوں کے اپنے منہ کا فر ہونے کے ثبوت میں ہے۔

حضرت امام زہری علیہ الرحمہ کی روایات اوران کا جائزہ

مناظرِ اہلسنّت وکیلِ صحابہ مولانا محمد علی رضوی

(قسط اوّل)

حضرت امام زہری اپنے دور کے بڑے مشہور محدث تھے مگر ساتھ ہی ان کی یہ روش بھی تھی کہ وہ روایت کرتے وقت اپنی سنی سنائی باتیں، اقوال وآراء کو بھی حدیث کے ساتھ ہی بیان کردیتے تھے اور آپ کے شاگرد غلط فہمی سے آپ کے اقوال کو بھی حدیث شریف کا حصہ سمجھ کر آگے روایت کردیتے۔ بعض بدمذہب وجاہل لوگ امام زہری کے ان مدرج اقوال کو بنیاد بنا کر محل استدلال میں پیش کرتے ہیں حالانکہ امام زہری کے مدرج ومرسل اقوال عندالمحدثین لائقِ حجت نہیں۔ ہم اپنے اس مضمون میں بدمذہبوں کی طرف سے واردشدہ ایسے ہی اعتراضات کا جائزہ لیں گے۔

مشہور شیعہ مظہر حسین سہارنپوری جس کو رافضی حجۃ الاسلام، فخر المؤرخین اور قبلہ وکعبہ بھی کہتے ہیں وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ: ''اہلسنت کے نزدیک جب تک سیدہ زندہ رہیں اس وقت تک امیر المومنین نے بیعت نہیں کی جب چھ ماہ بعد اس جناب کا انتقال ہوا تو اس وقت مجبوراً بیعت کی صحیح بخاری میں ہے'' (تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین، ج ۱ ص ۲۷۶، مطبوعہ دہلی)

اسی طرح مظہر حسین سہارنپوری کی تقلید میں پاکستان کے مشہور شیعہ ذاکر محمد حسین ڈھکو نے اعتراض کیا ہے کہ: ''ان کی سب سے بڑی مستند کتاب صحیح بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۱۰ طبع مجتبائی دہلی میں لکھا ہے کہ وكان لعلى وجه حيوة فاطمة فلما توفيت استنكر على وجوه الناس فالتمس مصالحة ابى بكر ومبايعته ولم يكن ليبايع تلك الاشهر یعنی جب تک جناب فاطمہ زندہ تھیں تب تک (لوگوں کی نظروں میں) حضرت علی کی کچھ وقعت تھی مگر جب سیدہ کی وفات ہوگئی تو حضرت علی نے دیکھا لوگ ان سے بالکل روگرداں ہوگئے ہیں اب ابوبکر سے مصالحت ومبایعت کرنا چاہی لیکن ان مہینوں میں جب جناب سیدہ زندہ تھیں یعنی وفات نبوی کے چھ ماہ بعد تک حضرت علی نے ابوبکر کی

بیعت نہیں کی تھی۔ (تجلیات صداقت، ص ۳۶۹)

الجواب: سہارنپوری اور ڈھکو کا اس روایت سے استدلال قطعاً درست نہیں کیونکہ یہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ کا فرمان عالیشان نہیں بلکہ زہری کا منقطع و مدرج قول ہے جو کہ لائق حجت نہیں۔

حوالہ جات ملاحظہ کریں:

حوالہ نمبرا: امام بیہقی ارشاد فرماتے ہیں کہ وقول الزهری فی قعود علی عن بيعة ابی بكر حتی توفيت فاطمة منقطع وحديث ابی سعيد فی مبايعته اياه حين بويع بيعة العامة بعد السقيفة اصح (بیہقی شریف، ج۶، ص۳۰۰، باب بيان مصرف اربعة اخماس الفی) یعنی زہری کا یہ قول کہ حضرت علی ابوبکر صدیق کے ساتھ بیعت کرنے سے فاطمہ کے وصال تک رکے رہے **منقطع** ہے اور ابوسعید خدری کی وہ روایت جس میں سقیفہ کے بعد بیعت عامہ میں بیعت کرنا مروی ہے وہ روایت اصح ہے۔

حوالہ نمبر۲: اسی طرح امام بیہقی اپنی دوسری تصنیف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ والذی روی ان علياً لم يبايع ابا بكر ستة اشهر ليس من قول عائشة انما هو من قول الزهری فادرجه بعض الرواة فی الحديث عن عائشة فی قصة فاطمة وحفظه معمر بن راشدفرواه مفصلاً وجعله من قول الزهری منقطعا من الحديث (کتاب الاعتقاد، ص ۱۸۰) یعنی اور یہ جو مروی ہے کہ حضرت علی نے چھ ماہ تک بیعت نہیں کی تھی یہ زہری کا قول ہے بی بی عائشہ صدیقہ کا قول نہیں بعض راویوں نے زہری کے اس قول کو حدیثِ عائشہ میں قصۂ بی بی فاطمہ کے ضمن میں درج کردیا ہے معمر بن راشد نے اپنے استاد زہری کی اس روایت کو خوب یاد رکھا اور اس نے تفصیل سے اس روایت کو بیان کیا ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ یہ زہری کا **منقطع** قول ہے (کلامِ بی بی عائشہ صدیقہ نہیں)

حوالہ نمبر۳: علامہ قسطلانی فرماتے ہیں فقد ضعفه البيهقی بان الزهری لم يسنده (ارشادالساری، ج۸، ص ۱۵۸) یعنی امام بیہقی نے زہری کے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ امام زہری کا یہ قول مسند نہیں۔

حوالہ نمبر۴: شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی بھی اسی طرح رقم طراز ہیں کہ فقد ضعفه البيهقی بان الزهری لم يسنده (فتح الباری، ج۷، ص ۳۹۹) یعنی امام بیہقی نے زہری کے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے

کیونکہ امام زہری کا یہ قول مسند نہیں۔

حوالہ نمبر۵: حضرت علی کے چھ ماہ بعد بیعت والے قول کے متعلق علامہ ابن حجر مکی کی رائے فضعیف فان الزھری لم یسندہ (الصواعق المحرقہ، ج۱ص۴۲) یعنی زہری کا یہ قول ضعیف ہے کیونکہ زہری نے اسے مسند بیان نہیں کیا۔

قارئین کرام: ایسے غیر مسند اور ناقابل حجت اقوال سے استدلال کرنا ایسے ہی نام نہاد شیعہ ملنگوں کو زیب دیتا ہے ورنہ جس حوالے کی بنیاد پر سہارنپوری وڈھکو صاحبان ڈینگیں مار رہے تھے اس کا حشر تو آپ لوگوں نے دیکھ لیا۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆

گیارہویں شریف کا جواز وہابیوں کے شیخ الاسلام کے قلم سے

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں:

گیارہویں، بارہویں کی بابت فریقین میں اختلاف صرف اتنی بات میں ہے کہ مانعین اسکو لغیر اللہ سمجھ کر ما اھل لغیر اللہ میں داخل کرتے ہیں اور قائلین اسکو لغیر اللہ میں نہیں جانتے مولوی غلام محمد صاحب نے دونوں کا اختلاف مٹانے کی کوشش کی ہوگی کہ گیارہویں، بارہویں کا کھانا بغرض ایصالِ ثواب کیا جائے یعنی یہ نیت ہو کہ ان بزرگوں کی روح کو ثواب پہنچے نہ کہ خود یہ بزرگ اس کھانے کو قبول کریں اس صورت میں واقعی اختلاف اٹھ جاتا ہے۔ ہاں نام کا جھگڑا باقی رہ جاتا ہے کہ اس قسم کی دعوت کو گیارہویں بارہویں کہیں یا نذر للّٰہ کہیں۔ اس میں شک نہیں کہ شرح شریف میں گیارہویں، بارہویں کے ناموں کا ثبوت نہیں اس لئے یہ نام نہیں چاہئے فقط دعوت للّٰہ فی اللّٰہ کی نیت چاہئے۔

(فتاویٰ ثنائیہ، جلد دوم، باب ہفتم، ص ۷۱ ادارہ ترجمان السنۃ ۷ ایبک روڈ لاہور)

برادرانِ اہلسنت! وہابیوں کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نزدیک گیارہویں وغیرہ کی نیاز کو ایصالِ ثواب کی نیت سے کرنا درست ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہابیوں کی شرکیہ مشین گن سے کون سی گولی آکر مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کو ان کے انجام تک پہنچاتی ہے۔

جمعہ کی اذانِ ثانی کا خارجِ مسجد ہونا ہی سنت کے موافق ہے

(مطالعہ بریلویت جلدے کا اجمالی رد)

میثم عباس قادری رضوی

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت، مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ علمی تخلیقات اور تحقیقی نگارشات میں ایک اہم اضافہ اس سنت کا احیا بھی ہے کہ جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد سے باہر ہونا ہی سنت کے موافق ہے۔ آپ نے اس موضوع پر نہایت وقیع دلائل جمع کر کے امت کے سامنے پیش کیے ہیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اس مسئلہ میں علمائے بدایوں سے اِختلاف ہو گیا اور موقع پاتے ہی علمائے دیوبند نے اپنی سابقہ روش کے مطابق اس مسئلہ کی آڑ میں اپنا غبار نکالنے کی بے تمیز کوشش کی۔ وہابیہ کے اس مخالفانہ طرز عمل کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلیفہ مولانا عبد السلام جبل پوری کو فرماتے ہیں کہ (وہابیہ) ''اس پیرایہ (انداز) میں اپنی مستمر (جاری رہنے والی) چہل سالہ سکوتوں (چالیس سالہ خاموشیوں) ہزیمتوں (شکستوں) کا عوض (بدلہ) لینا چاہتے ہیں حسبنا اللہ و نعم الوکیل'' (مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی مرتب مولانا پیر محمود احمد قادری صفحہ ۳۴ مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اپنا غبار نکالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''جمعہ کی اذانِ ثانی کو مسجد سے باہر کرنے کے لئے سب سے پہلے مولانا احمد رضا خان اُٹھے اور حضرت عثمان سے اختلاف کیا جو مسئلہ شیعہ کے سوا کسی کے ہاں اختلافی نہ تھا اسے اختلافی بنا دیا۔''

(مطالعہ بریلویت، جلدے، صفحہ ۴۷ دار المعارف الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور)

ڈاکٹر صاحب نے یہ تحریر سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بُغض میں سرتا پا ڈوب کر لکھی ہے تا کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو موردِ طعن بنایا جا سکے لیکن ڈاکٹر صاحب اپنے مذموم مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتے

کیوں کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سنت کو زندہ کرنے کے لئے آواز اُٹھائی اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اعلیٰ حضرت مجدّد ہیں اور مجدد کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی یہ بیان فرما دیا ہے کہ:

ان اللّٰہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا

(ابوداؤد، کتاب الملاحم ۲/۲۳۳ المستدرک ۴/۵۲۲)

ترجمہ: ''بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دین کو ازسرِ نو نیا کردے گا''۔

مسئلہ اذان ثانی کے متعلق علمائے اہل سنت وجماعت بریلی کی طرف سے لکھی گئی ان کتب کے نام ملاحظہ فرمائیں جو راقم کے پاس موجود ہیں۔

۱-شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر مولف سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ نوری کتب خانہ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور۔

۲-اوفی اللمعہ فی اذان یوم الجمعہ مولف سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ رضا اکیڈمی ۲۶ کامبیکر اسٹریٹ بمبئی۔

۳-اذان مِن اللّٰہ لِقیام سُنّتَ نبی اللّٰہ ازافادات سیدی اعلیٰ حضرت t مرتب مولانا محبوب علی خان لکھنوی مطبوعہ رضوی کتب خانہ بازار صندل خان بریلی شریف ایضاً مطبوعہ دار الرضا لاہور۔

۴-اجلیٰ انوار الرضا مصنف حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی بار اول۔ایضاً مطبوعہ نوری کتب خانہ بازار داتا دربار لاہور۔

۵-سدُّ الفرار علی الصید الفرار مصنف حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی بار اول ایضاً مطبوعہ دار العلوم رضائے خواجہ اجمیر شریف۔

۶-**سلامۃ اللہ لاھل السنۃ من سیل العناد و الفتنۃ** مصنف حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت بریلی بار اول۔

۷-مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ مصنف حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ اہل سنت وجماعت بریلی۔

۸-وقایة اهل السنة عن مکر دیو بند والفتنة مصنف مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی باراول۔

۹-مقتل کذب و کید مصنف مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی باراول۔

۱۰-مقتل اکذب اجہل مصنف مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی۔

۱۱-نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار مصنف مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی باراول۔

۱۲-التحقیق الحسان فی احکام الاذان بحواب تنشیط الاذان مصنف مولانا عرفان علی قادری بیسلپوری مطبوعہ حسنی پریس بریلی باراول۔

۱۳-اذانِ خطبہ کہاں ہو؟ مصنف حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالحق خان رضوی مطبوعہ دائرۃ البرکات، کریم الدین پور، گھوسی، ضلع مئو۔

۱۴-اَلْمُکَالِمَہ فی الاذانِ الثّانِیُ یَومِ الْجُمُعَه ازمحدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ انجمن اشاعت الحق بانڈ ہولی شہر بنارس۔

۱۵-مسئلہ اذانِ ثانی جمعہ پر ایک دلچسپ مکالمہ مابین صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی ومولانا معین الدین اجمیری (ہفت روز دبدبۂ سکندری، رام پور ۴ دسمبر ۱۹۱۶ء نمبر ۶ جلد ۵۳ صفحہ ۳ تا ۶، مشمولہ کتاب "تین تاریخی بحثیں مولف ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی برکاتِ رضا فاؤنڈیشن ممبئی)

حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے اعلیٰ حضرت کی تائید:

حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ علمائے دیوبند کے ہاں بھی مستند تسلیم کیے جاتے ہیں) نے بھی مسئلہ اذان ثانی میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"بلاشبہ ابوداود کی روایت سے یہ امر ثابت ہے کہ اذانِ ثانی خارجِ مسجد روبروئے خطیب ہوتی تھی فان یؤذن بین یدی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبریوم الجمعة علی باب المسجد۔ جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو مسجد کے دروازے پر اذان دی

جاتی۔" (فتاویٰ عبدالحی، ج:۱، ص:۲۴۹، مترجم برکت اللہ لکھنوی، ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

سرِ دست اس مضمون میں سیدی اعلیٰ حضرت کے بغیض علمائے دیوبند کے موقف کی تردید دیوبندی اور غیر مقلد وہابی علماء کے قلم سے بیان کی جارہی ہے تاکہ اس مسئلہ میں بھی سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی حقانیت ان کے مخالفین پر واضح ہو سکے کہ اگرچہ علماءِ دیوبند نے اس مسئلہ میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کیا لیکن پھر بھی بعض دیوبندی اکابر علماء کو سیدی اعلیٰ حضرت کے موقف کی صداقت کو تسلیم کرنے کے سوا چارہ نظر نہ آیا۔

۱- امام الدیابنہ مولوی عبدالشکور دیوبندی صاحب اپنی کتاب "علم الفقہ" میں جمعہ کی دوسری اذان کے متعلق حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"نبی کریم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں یہ اذان بھی مسجد کے اندر نہ ہوتی تھی مگر عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس کو مسجد کے اندر داخل کرلیا۔" (علم الفقہ، صفحہ ۱۶۰، حصہ دوم، دار الاشاعت، اردو بازار کراچی)

ضروری نوٹ: نام کے متعلق یہاں مولوی عبدالشکور لکھنوی صاحب سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ صحیح نام ہشام بن عبدالملک ہے۔

۲- علمائے دیوبند کے مزعومہ "امام اعظم" مولوی انور شاہ کشمیری صاحب نے بھی مسئلہ اذانِ ثانی کے مسجد سے باہر ہونے کے سلسلہ میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کو درست قرار دیا۔ مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی صاحب اپنے استاد مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

"تقریباً بیس اکیس سال پہلے احمد رضا خان نے اذانِ ثانی الجمعہ کے خارجِ مسجد ہونے کا فتویٰ دیا تھا اور صرف یہی مسئلہ ہے کہ اس نے حق کہا ہے۔"

(انوار الباری، باب الاذان یوم الجمعہ، جلد ۷ صفحہ ۱۲۸، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)

۳- اس کے بعد کشمیری صاحب مسئلہ اذانِ ثانی کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کے بارے میں تائید کرتے ہوئے مزید کہتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا شیخ الہند سے میری اس مسئلہ میں گفتگو ہوئی اور میں نے ان سے بھی یہی بات کہی تھی......کہ یہ بات اس نے حق کہی ہے کیونکہ ابوداؤد میں تصریح کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی (اندر نہ ہوتی تھی) اور اندر ہونے کی اصل بنی امیہ سے ہے اور چاروں مذاہب میں اندر ہونے کا سامان نہیں۔'' (ایضاً)

۴-اذانِ ثانی کے متعلق کشمیری صاحب حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''میں حیران رہا اور سمجھا کہ (اذانِ ثانی کے داخل مسجد ہونے کے متعلق) اور کسی کے پاس کچھ سامان تو تھا نہیں۔'' (ایضاً)

۵-اسی سلسلہ گفتگو میں انور شاہ کشمیری صاحب اذانِ ثانی کے داخلِ مسجد ہونے کو روکنے کے لیے کہتے ہیں کہ: ''بنی امیہ کے عمل کو گرنا چاہیے تھا مگر اب تک اسی پر عمل ہوتا آیا۔'' (ایضاً)

۶-علمائے دیوبند کے محدثِ کبیر اور فقیہ العصر مفتی شیخ فرید صاحب نے بھی اذان کے متعلق لکھا ہے کہ ''اذان کا مسجد سے باہر دینا اولیٰ ہے'' (فتاویٰ فریدیہ جلد دوم، صفحہ ۱۸۱ ناشر مہتمم دار العلوم صدیقیہ زوبی ضلع صوابی)

۷-مفتی عبدالحق دیوبندی صاحب بھی مسجد میں اذان دینے کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''بہتر یہ ہے کہ اذان مسجد سے باہر اونچی جگہ پر دی جائے لان بلالا رضی الله عنه کان یوذن علی بیت امرء ة من بنی النجار و کان اطول بیت حول المسجد کما فی ابی داود ص ۷۷ وفی الهندیه ص ۵۷ جلدا و ینبغی ان یوذن علی الما ذنة او خارج المسجد و لا یوذن فی المسجد کذا فی فتا ویٰ قاضی خان''

(فتاویٰ حقانیہ، جلد ۳ صفحہ ۱۹۳، ناشر جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

۸-تنویر احمد شریفی دیوبندی صاحب بھی اذان کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''اذان مسجد کے باہر دینا مستحب ہے۔''

(انگوٹھے چومنے کا مسئلہ دیوبند کی عدالت میں صفحہ ۲۲ ناشر الامین مسلم آباد نیو ایم اے جناح روڈ کراچی)

کہاں ہیں ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب جو کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو موردِ طعن ٹھہراتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''جمعہ کی اذانِ ثانی کو مسجد سے باہر کرنے کے لئے سب سے پہلے مولانا احمد رضا خان اُٹھے۔''

(مطالعہ بریلویت، جلد ۷ صفحہ ۴۷، دار المعارف الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور)

بتایئے، کیا دیوبندی مذہب میں سنت نبوی کا احیاء کرنا بھی قابل طعن سمجھا جاتا ہے؟

ایک دیوبندی اعتراض کا جواب گنگوہی صاحب کے قلم سے:

رہا دیوبندیہ کا یہ اعتراض کہ اذان ثانی کے خارج مسجد ہونے پر تعامل رہا ہے تو اس کا الزامی جواب بھی دیوبندیوں کے ''امام'' اور ''فقیہ النفس'' مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی صاحب کی زبانی ملاحظہ کریں۔ گنگوہی صاحب جماعت ثانیہ کے متعلق لکھے گئے رسالے میں لکھتے ہیں کہ:

''قرونِ ثلثہ کے بعد کسی قرن میں بغیر کسی حجت شرعیہ قائم کئے کسی مصلحت کی وجہ سے کوئی بات پیدا ہوگئی اور اخلاف نے اسلاف کے اتباع کی وجہ سے اس پر عمل شروع کر دیا اور ہوتے ہوتے وہ مسلمات اور ضروریات کے درجے تک پہنچ گیا کہ چھوڑنا ضروریاتِ دین کو چھوڑنے کے برابر خیال کیا جانے لگا تو اس صورتِ عمل کو رواج کہتے ہیں یہ کوئی دلیل نہیں ہوئی اور ہرگز قابلِ التفات نہیں ہوتا اگرچہ علماء نے بھی بلاتردد اس پر عمل کیا ہو۔'' (القطوف الدانیہ مشمولہ تالیفاتِ رشیدیہ، صفحہ ۴۷۷، ادارۂ اسلامیات، ۱۹۰ انارکلی لاہور)

اسی سلسلہ گفتگو میں چند سطر بعد گنگوہی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

''توارث اجماعی بھی اُس وقت معتبر ہوتا ہے جبکہ تعامل صحابہ اور قرونِ ثلثہ کے خلاف نہ ہو اور ''ما رآہ المسلمین'' اُسی وقت ہوتا ہے جبکہ حضور اقدس ﷺ سے قولی، فعلی، تقریری اور صحابہ کرام و تابعین ابرار و مجتہدین عظام علیہم الرضوان سے اس میں کوئی تصریح نہ ہو اور اگر ہو تو پھر مسلمانوں کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کو اس میں دخل نہ ہوگا حتیٰ کہ مجتہدین کا اجتہاد بھی معتبر نہ ہوگا چنانچہ شارحِ منیہ نے کہا ہے کہ روایت کے خلاف درایت لینا مناسب نہیں ہے۔'' (ایضاً)

اس کے علاوہ مولوی حکیم اسحاق بلیاوی دیوبندی صاحب بھی تعامل کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''غیر مشروع امور عرف و عادت سے مشروع نہیں ہو جایا کرتے''

(قاطع الورید من المبتدع العنید ملقب بہ الابداع فی مسئلۃ خطبۃ الوداع صفحہ ۸۹ مطبوعہ بلالی سٹیم پریس ساڈھورہ)

یہی حکیم صاحب اپنی کتاب کے آخری صفحہ پر مزید لکھتے ہیں کہ ''مسلمانوں میں جو چیز خلاف شرع رواج پا جاوے وہ رواج سے جائز نہیں ہو سکتی'' (ایضاً)

رشید احمد گنگوہی اور مولوی اسحاق بلیاوی دیوبندی صاحب کے پیش کئے گئے اقتباسات سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر کسی مسنون فعل کے خلاف کوئی فعل رواج پا جائے اور اس کو ضروریاتِ دین کے برابر سمجھا جانے لگے حتیٰ کہ مجتہدین بھی اس کے حق میں فتویٰ دے دیں تب بھی اس کا اعتبار نہیں ہوگا لہٰذا اذانِ ثانی کے متعلق تعامل والا شبہ ہرگز قابل مسموع نہیں۔ تعامل کے متعلق مزید وضاحت سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "شمائم العنبر" میں ملاحظہ کریں۔ اور مولوی عبدالشکور لکھنوی اور مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحبان کے پہلے نقل کئے گئے حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ جمعہ کی اذانِ ثانی خلفائے راشدین کے دور میں خارجِ مسجد ہوئی تھی۔ ہشام بن عبدالملک نے اس کو داخلِ مسجد کیا لہٰذا بقول گنگوہی صاحب اس خلافِ سنت فعل پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔

اذانِ ثانی کے خارج از مسجد ہونے کے متعلق اعلیٰ حضرت کی تائید پر غیر مقلد وہابی علماء کے قلم سے:

۹- مولوی محمد جونا گڑھی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اذانِ ثانیہ بازار کی بلند جگہ کہلوائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں''

(فتاویٰ ستاریہ جلد سوم صفحہ ۸۵ مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی نمبر ۱)

مولوی محمد جونا گڑھی صاحب کے موقف کے متعلق فتاویٰ ثنائیہ میں بھی لکھا ہے کہ:

''مولانا محمد صاحب دہلوی مرحوم اخبار محمدی یکم جنوری ۱۹۳۹ء پر اس اذان کو مسجد کے اندر کہلوانا بدعت سیئہ قرار دیتے ہیں۔'' (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۴۳۶، ادارۂ ترجمان السنہ، ایبک روڈ لاہور)

۱۰- غیر مقلد حضرات کے شیخ الحدیث مولوی یونس دہلوی صاحب جمعہ کی اذانِ ثانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ''یہ اذان مسجد سے باہر ہونی چاہیے مسجد میں یہ اذان دینی بدعت ہے حضرت عثمان نے مسجد سے باہر زوراء بازار میں دلوائی تھی'' (دستور المتقی فی احکام النبی ص ۱۶۳، اسلامک پبلیشنگ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور)

۱۱-غیر مقلد حضرات کے مشہور مولوی عبدالستار دہلوی صاحب جمعہ کی اذانِ ثانی کے متعلق پوچھے گئے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

''مسجد کے اندر خطیب کی آمد کے قبل اذان کہلوانا اذانِ عثمانی نہیں بلکہ اذان مروانی و بدعی ہے اگر مسئلہ ہذا کی مفصل و مدلل بحث دیکھنی منظور ہو تو دفتر صحیفۂ اہلحدیث سے رسالہ ''اقامة الحجة ان النداء الثالث یوم الجمعه فی المسجد ''منگوا کر ملاحظہ کریں۔''

(فتاویٰ ستاریہ جلد ا صفحہ ۱۹۶، ۱۹۷ ناشر مکتبہ سعودیہ، حدیث منزل کراچی نمبر ا)

۱۲-یہی مفتی عبدالستار دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ:

''خلفاء اربعہ کے بعد جب ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو مروانیوں نے جہاں دیگر سنن نبویہ کو درہم برہم کیا وہاں اذانِ عثمانیہ کو بھی خلافِ طریقہ رسول و صحابہ کے مسجد میں جاری کر دیا (کذافی عون المعبود شرح ابوداؤد) پس جو لوگ آج جمعہ کے دن مسجد میں اذانِ عثمانیہ کہتے یا کہنے کو جائز سمجھتے ہیں وہ اس میں سنت رسول و سنت صحابہ کے مخالف اور ہشام بن عبدالملک کے مقلد ہیں ''کائناً من کان'' صد افسوس کہ رسول اللہ ﷺ و خلفاء اربعہ کی سنت کو چھوڑ کر ہشام بن عبدالملک کی سنت کو ترجیح دیں اور اہلحدیث کہلائیں ''ایں خیال است و محال است و جنوں۔'' (ایضاً، جلد ا صفحہ ۱۲۱)

۱۳-اسی فتاویٰ ستاریہ میں ایک اور جگہ یوں لکھا ہے کہ:

''جب ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو مروانیوں نے جہاں دیگر سنن نبویہ پر ہاتھ صاف کیا وہاں اذانِ ثانی کو بھی خلافِ طریقہ نبوی و خلفاء اربعہ کے بعد، مسجد میں جاری کر دیا (کذافی عون المعبود شرح ابی داؤد و فتح الباری شرح صحیح البخاری)'' (ایضاً، جلد ۳ صفحہ ۸۳)

۱۴-اس کے بعد مولوی عبدالستار دہلوی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

''خلاصة المرام یہ کہ جو لوگ آج کل جمعہ کے دن مساجد میں اذانِ ثانی کہتے کہلواتے ہیں وہ اس میں سنت رسول و سنت صحابہ کے مخالف اور ہشام بن عبدالملک کے مقلد ہیں ''کائناً من کان'' تعجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ و خلفائے اربعہ کی سنت پر ہشام بن عبدالملک کے طریقہ کو ترجیح دیں اور پھر

متبع رسول ومتبع صحابہ کہلائیں ''ایں خیال است و محال است و جنوں '' (ایضاً، جلد۳ صفحہ ۸۴،۸۵)

۱۵- غیر مقلد مولوی ابومحمد عبید اللہ صاحب اذانِ ثانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دوسری اذان خارج عن المسجد ثابت ہے۔'' (ایضاً، جلد۳ صفحہ ۸۵)

۱۶- غیر مقلد مولوی عبد الرشید صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یہ اذانِ ثانیمسجد کے باہر ہوا کرتی تھی وہ مکان بازار میں ہے۔'' (ایضاً، جلد۳ صفحہ ۸۵)

۱۷- غیر مقلد مولوی احمد اللہ صاحب اذانِ ثانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''دوسری اذان حضرت عثمان کے زمانہ میں باجازت امیر المومنین کہی گئی خارج میں مقام زوراء پر اگر اس طرح کہے جائز ہے اور اگر مسجد کے اندر کہی جائے تو یہ بدعت ہے۔'' (ایضاً)

مولوی احمد اللہ صاحب کے جواب کی تصدیق ۳ عدد غیر مقلد علماء نے کی ہے ملاحظہ کریں۔

۱۸- ''الجواب صحیح '' ابوعرفان محمد سلیمان عفی عنہ مرشد آبادی سند یافتہ مدرسہ دار الکتاب و السنہ۔

۱۹- ''انا اقول بما قال بہ مولانا احمد اللہ'' محمد بن عبد اللہ الندوی مدرس دار الحدیث الرحمانیہ۔

۲۰- ''مولانا احمد اللہ صاحب کا جواب مناسب ہے۔'' (عبد الغفور مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ)

(فتاویٰ ستاریہ جلد سوم صفحہ ۸۶ مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی نمبر۱)

۲۱- غیر مقلد وہابی مولوی ابومحمد عبد الجبار صاحب جمعہ کی اذان کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عثمان نے اس اذان کو مسجد کے باہر مقام زوراء پر دلوایا تھا اب جو لوگ اس اذان کو مسجدوں میں دلواتے ہیں یہ بدعت ہے کیونکہ مقام زوراء پر دلوایا تھا'' کما لایخفی واللہ اعلم وعلمہ اتم ابومحمد عبد الجبار کھنڈیڑوی مدرس مدرسہ کھنڈیلہ حال وارد مدرسہ سلفیہ دربھنگہ صوبہ بہار''

۲۲- غربائے اہل حدیث کے امام ابومحمد مولوی عبد الوہاب صاحب غیر مقلد مولوی عبد الجبار صاحب کے فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

الجواب صحیح (حضرت الامام مولانا مولوی الحافظ الحاج ابومحمد عبد الوہاب عفی عنہ) (ایضاً، جلد

سوم، صفحہ ۸۷)

۲۳۔غیر مقلد مولوی عبدالرحمٰن صاحب بھی اذانِ ثانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عثمان نے جو اذان کہلائی تھی وہ مسجد میں نہ تھی خارج مسجد تھی۔'' (ایضا، جلد سوم صفحہ ۸۷)

۲۴۔مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے اس جواب کی تصدیق کرتے ہوئے غیر مقلد مولوی ابوعمار صاحب لکھتے ہیں کہ:

''الجواب صحیح'' ابوعمار عبدالقہار غفر لہٗ مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی۔(ایضاً)

قارئین کرام! علمائے دیوبند اور علمائے غیر مقلدین کے قلم سے یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ جمعہ کی اذانِ ثانی کے خارج از مسجد ہونے کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف سنت کے موافق ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے والے علماءِ دیوبند سے سوال ہے کہ سنتِ نبوی و سنتِ خلفائے راشدین کو زندہ کرنے والے کو اس مبارک فعل کی وجہ سے طعن و تشنیع کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ یقیناً ایسا فعل قطعاً جائز نہیں ہوسکتا پھر سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف زبان درازی اور اس قسم کے لغو اعتراض کا مقصد کیا ہے؟ دیابنہ سنت کے عامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن سنت سے ثابت شدہ فعل کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ مسئلہ اذانِ ثانی یاللعجب۔

مسئلہ اذانِ ثانی کی آڑ میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اپنا غبار نکالنے والے دیوبندی علماء بالخصوص ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ جس مسئلہ میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف غلط ثابت کرنے کے لئے انہیں مطالعہ بریلویت جلد نمبر ۷ کے کئی صفحات کو سیاہ کرنا پڑا وہی موقف اکابر دیوبند اور ان کے ''ہم مخرج'' بھائیوں سے ثابت ہوگیا اور یوں مطالعہ بریلویت جلد ۷ کا اجمالی رد بھی ہو گیا الحمد لِلّٰہ۔ڈاکٹر صاحب سے گزارش ہے کہ اگر آپ کو خدا اور رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی شرم نہیں تو اپنے اکابر کی ہی شرم کرلیں۔

☆☆☆☆☆☆

تعویذ اور وھابی

قاطع وہابیت مولانا ابوریحان رضوی

(قسط دوم)

بعض وہابیوں کا تعویذات دے کر اجرت نہ لینا:

وہابی مولوی اسحاق بھٹی نے اپنے مسلک کے زبردست ممدوح جعفر پھلواری کے متعلق لکھا کہ: ''وہ جھاڑ پھونک اور تعویذ وغیرہ بھی خاص خاص لوگوں کے لئے کرتے تھے، لیکن اس کے بدلے میں کسی سے پیسے وغیرہ نہیں لیتے تھے''۔ (بزم ارجمنداں صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

قارئین کرام! مذکورہ بالا حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جعفر پھلواری تعویذ دیتا تھا لیکن اس پر اجرت نہ لیتا تھا، اس بارے میں دوسرے وہابی مولوی کے کیا تأثرات ہیں آیئے ذرا غور سے پڑھیے

خواجہ محمد قاسم وہابی نے لکھا کہ:

''ہمارا تجربہ یہ ہے کہ شروع شروع میں کوئی دے بھی تو نہیں لیتے پھر دوسرے مرحلے میں کوئی اپنے آپ دے تو لے لیتے ہیں اور تیسرے مرحلے میں منہ مانگے وصول کرتے ہیں لوگ انہیں بے چارہ سمجھتے ہیں حقیقت میں وہ بڑے خرانٹ ہوتے ہیں پورے کاروباری ہنر سے کام لیتے ہیں پہلے اچھی طرح ساکھ بنا لیتے ہیں اور پھر دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں یعنی پہلے چٹی پھر ہٹی اور پھر کھٹی''۔

(تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۳۱، ۳۲ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

قارئین کرام! وہابیوں کی مذکورہ بالا دونوں عبارات کو پڑھ کر آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ وہابی پیر اور مولوی بڑے خرانٹ ہیں کاروباری ہنر جانتے ہیں اور تعویذ لینے والوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں۔

وہابیوں کا غیر عورتوں اور جوان لڑکیوں پر جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کرنا:

وہابی مولوی، نامحرم عورتوں اور جوان لڑکیوں پر بھی دم، جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کیا کرتے تھے چنانچہ وہابیوں کے زبردست ممدوح جعفر ندوی کے متعلق اسحاق بھٹی وہابی نے لکھا کہ:

''ایک دفعہ میرے ایک دوست محمد انور زاہدی (مرحوم) کی بیٹی اور بیوی بیمار پڑ گئیں علاج معالجہ کروایا مگر آرام نہیں آیا انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں شاہ صاحب (جعفر وہابی) سے کہوں کہ ان کے گھر جا کر دم کردیں، میں نے شاہ صاحب سے عرض کیا۔۔۔۔شاہ صاحب نے ماں بیٹی کو دم کیا اور تعویذ لکھ کر دیا''۔ (بزم ارجمنداں صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

وہابی مولوی محی الدین کے متعلق اسحاق بھٹی وہابی نے لکھا:

''مخالفت کے باوجود دم جھاڑ کے لئے خود ان (کے مخالفین) کی اور ان کی خواتین کی ان کے پاس آمد رفت رہتی تھی''۔ (قافلہ حدیث صفحہ ۴۷۰ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

وہابی مولوی معین الدین کے متعلق اسحاق بھٹی وہابی نے لکھا:

''عورتوں کی بعض بیماریوں کے لئے بھی ان کا تعویذ اللہ کے فضل سے افاقے کا باعث بنتا ہے''۔

(قافلہ حدیث صفحہ ۴۵۸ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

وہابی مولوی عبدالعزیز سعیدی، کے متعلق اسحاق بھٹی وہابی نے لکھا:

''عبدالعزیز سعیدی صاحب ان دنوں تعویذ اور دم وغیرہ کیا کرتے تھے کئی دنوں وہ کوٹ کپورہ میں رہے ہر وقت تعویذ لینے اور دم کرانے والے مردوں اور عورتوں کا جمگھٹا ان کے اردگرد رہتا تھا ایک تعویذ انہوں نے مجھے بھی دیا تھا لیکن یاد نہیں رہا کہ وہ تعویذ کس سلسلے کا تھا یہ البتہ فرمایا تھا کہ یہ تعویذ مؤثر ثابت ہوگا'' (کاروان سلف صفحہ ۱۹۱ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ مردوں اور عورتوں کے جھرمٹ میں بیٹھ کر یہ وہابی پیر اور مولوی اپنے تعویذات کے کاروبار کو کس طریقے سے چمکاتے تھے، اب دیکھئے کہ دوسرے وہابی مولوی کیا کہتے ہیں:

شمیم احمد خلیل وہابی کہتا ہے:

''عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی عورت پر آسیب وجن کا شبہ ہو، اگر نہ بھی ہو تو یہ (تعویذ دینے والے) لوگ کسی بھی بیماری کو آسیب قرار دے دیتے ہیں اور پھر یہ (تعویذ دینے والے) مطالبہ کرتے ہیں کہ اس عورت کے علاج کے لئے تنہائی میں ہونا پڑے گا جب کہ وہاں کوئی نہ ہو پھر اس تنہائی میں کیا ہوتا ہے اللہ ہی بہتر

جانے" (تعویذ وگنڈے کی حقیقت صفحہ ۲۰ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

وہابی حضرات اپنے اس وہابی مولوی کے تاثرات کو پڑھ کر اندازہ لگالیں کہ ان کے وہابی پیر اور مولوی کتنی عورتوں کی عزت کو پامال کر چکے ہیں۔

خواجہ محمد قاسم وہابی نے لکھا:

"ایک عورت کو تکلیف خواہ کچھ ہو۔۔۔وہ بیچاری پرس کھول کر ان حریص مگرمچھوں کو راضی کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے، یہ کاروبار زیادہ تر ہے ہی نسوانی، بالعموم نوجوان امیرزادیاں ان کی کاہک ہوتی ہیں۔۔۔عورتوں کے جھرمٹ میں رہنے والے اور پیری مریدی کا کاروبار کرنے والے سب پیر نقلی اور جعلی ہوتے ہیں"۔ (تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۱۴ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھرجاکھ گوجرانوالہ)

شاید آپ کے ذہن میں یہ بات آئے کہ وہابی مولوی عورتوں کو نہیں تاڑتے ہوں گے۔

اس بارے میں عرض ہے کہ وہابی مولویوں نے خود اپنی کتابوں میں اپنی عبارات سے ثابت کر دیا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو تاڑنے کے سارے ریکارڈ توڑ دئے ہیں چنانچہ وہابی مولوی اسحاق بھٹی نے لکھا:

"(جس سکھ خاتون پر سے وہابی پیر "جن" اُتار رہا تھا اس) خاتون کے پاؤں سے گھبراہٹ کی وجہ سے چادر سرک گئی تھی۔۔۔اس اثناء میں چادر پھر خاتون کے پاؤ سے سرک گئی اور اس کی پنڈلیاں نظر آنے لگ گیں،۔۔۔سکھ مرد کے مقابلے میں سکھ عورت نہایت خوبصورت تھی دونوں کو دیکھ کر مجھے ایسا لگا جیسے پری دیو کا ساتھ ہو اس (عورت) کی پنڈلیاں اس کی سفید چادر سے ہم رنگ تھیں" (بزم ارجمنداں ص ۵۴۵ تا ۵۴۷)

ایک اور جگہ لکھا:

"ہماری گھریلو قسم کی مشرقی روایات کی رو سے کسی مرد کے لئے اگر پرائی عورت کے حسن و جمال کا ذکر کرنا معیوب نہ قرار پاتا تو میں عرض کرتا کہ رئیس (احمد جعفری ندوی) صاحب اپنی اہلیہ کے بارے میں تعریفی اسلوب اختیار کرنے اور ان سے متعلق پیار کے لہجے میں بات کرنے میں بالکل حق بجانب تھے وہ عمر میں رئیس صاحب سے کافی چھوٹی تھیں لیکن بڑے شوہر کی بیوی تھیں اس لئے شوہر پر فخر کرتی تھیں اس لئے ٹھاٹھ سے رہتی تھیں۔۔۔شوہر کے نزدیک بھی مرکزِ محبت تھیں اللہ نے ان کو نسوانی حسن

سے خوب نوازا تھا ایک مرتبہ انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی یقین جانئے سونے کا رنگ اوران کا اپنا رنگ بالکل ایک جیسے تھے"۔

مزید لکھا کہ: شوہر کی وفات کا انہیں شدید صدمہ تھا جو انہیں برداشت کرنا پڑا، وہ اچانک کئی الجھنوں میں پھنس گئیں تھیں اور ان کا حسن مرجھا گیا تھا۔۔۔

مزید لکھا کہ: میں ان کے احترام میں کھڑا ہو گیا اور انہیں سلام عرض کیا کچھ دیر وہ بیٹھیں اور رئیس صاحب کے بارے میں باتیں کرتی رہیں پھر چلی گئیں،۔۔۔انہیں دیکھ کر کئی باتیں ذہن میں گھوم آئی تھیں۔ (بزم ارجمنداں صفحہ ۴۵۸، ۴۵۹ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

اسحاق بھٹی نے ایک اور جگہ لکھا:

میں نے کہا: "سعیدی صاحب یہ واقعی تمہاری ماں ہے اور تم اس کے بیٹے ہو، یہ تماری طرح خوب صورت ہے اور تم اس کی طرح"۔ (کاروان سلف صفحہ ۱۹۵ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

قارئین کرام! شاید آپکے ذہن میں یہ بات آئے کہ وہابیوں کا بھی دل ہے، آج کل ہر لوفر لفنگا آدمی عورتوں کو تاڑتا ہے، وہابی پیروں مولویوں نے تاڑ لیا تو کیا ہوا؟

اس بارے میں عرض ہے کہ وہابی پیر اور مولوی صرف عورتوں کو تاڑنے پر ہی اکتفاء نہیں کرتے تھے بلکہ تعویذ لینے کے لئے آنے والی عورتوں کو گود میں اٹھا کر چلنے پھرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے ملاحظہ ہو۔

تعویذ لینے کے لئے آنے والی عورت کو وہابی پیر نے اٹھالیا پھر حوض میں پھینک دیا:

وہابی مولوی اسحٰق بھٹی نے اہل حدیث مولوی ابراہیم سیالکوٹی کی سیرت میں لکھا کہ:

"سردیوں کے موسم میں ایک دن صبح، مولانا سیالکوٹی مسجد میں اپنے طلباء کو قرآن مجید کا درس دے رہے تھے محلے کی ایک عورت آئی اس نے مولانا سے بڑی لجاجت کے ساتھ کسی سلسلے میں تعویذ کے لئے عرض کیا مولانا نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، طلباء کے درس سے فارغ ہو کر تعویذ لکھ دوں گا، وہ بیٹھ گئی لیکن پانچ چھے منٹ کے بعد پھر تعویذ کا مطالبہ کیا مولانا نے پھر وہی جواب دیا کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد فارغ

ہوں گا تو لکھ دوں گا، دو چار منٹ کے بعد پھر اس نے تعویذ کے لئے کہا مولانا نے پھر وہی جواب دیا چوتھی پانچویں دفعہ جب اس نے تعویذ مانگا تو مولانا اپنی جگہ سے اٹھے اس عورت کے پاس گئے اسے اٹھا یا اور مسجد کے وضو کرنے والے حوض میں پھینک دیا"۔ (قافلہ حدیث صفحہ ۸۴ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ وہابی پیرومولوی کس قدر بے حیاء اور بے شرم ہیں کہ تعویذ لینے کے لئے آنے والی سیدھی سادھی عورت کو سرِ عام اٹھالیا، میں اور آپ اس حیاء سوز واقعہ اور وہابیوں کی اس بے ہودہ پیری مریدی کے متعلق کیا کہہ سکتے ہیں آیئے ایک وہابی مولوی نے ایسے پیروں پر کیا تبصرہ کیا؟ پڑھیئے، چنانچہ خواجہ محمد قاسم وہابی نے لکھا:

"تسبیح پکڑ کر اور صوفی بن کر مسجدوں کے حجروں میں مجرے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا قوم کو دھوکہ دینا مقصود ہے؟ (تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۳۱ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

ایک اور جگہ لکھا کہ:

"یہ ہٹے کٹے مولوی مسٹنڈے قسم کے پیر اور لوفر قسم کے "حضرت صاحب" تقدس کا مصنوعی لبادہ اوڑھ کر ان نازنینوں کو اپنی خلوتوں میں بٹھاتے ہیں جو ان کا مال بھی لوٹتے ہیں اور بسا اوقات ان کی آبرو بھی، اس (تعویذ کے) کاروبار کے حرام، مہلک اور مضر ہونے کے لئے یہی برائی کافی ہے"۔

(تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۴۱ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

شمیم احمد خلیل وہابی لکھتا ہے:

"ان تعویذ و گنڈہ دینے والوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تعویذ و گنڈہ کے بہانے لوگوں کی عزت و آبرو سے کھیلتے ہیں"۔ (تعویذ و گنڈے کی حقیقت صفحہ ۲۰)

وہابی پیر کی حیاء سوز حرکت اور وہابی مفتی کی مذکورہ بالا عبارت سے آپ بخوبی یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ تعویذ دینے والے وہابی پیر حجروں میں مجروں کے مرتکب ہیں، دھوکے باز ہیں، ہٹے کٹے مسٹنڈے ہیں، لوفر قسم کے ہیں، تقدس کا لبادہ اوڑھ کر نازنین (خوبصورت لڑکیوں) کو تنہائی میں بٹھاتے ہیں، پھر ان کا مال بھی لوٹتے ہیں اور عزت و آبرو بھی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ (جاری ہے)

زبیر علی زئی کا جھوٹ

حضرت علامہ سعید اللہ خان قادری

امام المسلمین امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا مقام عطا فرمایا ہے۔ غیر مقلدین ان سے دشمنی کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ یہ لوگ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے سخت دشمن ہیں اور ہر وقت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں نقص وعیوب تلاش کرتے ہیں۔

لیکن آج کل یہ غیر مقلدین بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں اور یہ ہم پر الزام ہے وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ ان غیر مقلدوں کا سو فیصد جھوٹ ہیں۔

چنانچہ غیر مقلد مولوی عبد الرؤف جھاؤ ساکن مئو متصل الہ آباد اپنی کتاب اعتصام السنۃ میں لکھتے ہیں۔

چاروں اماموں کے پیروں اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی اور چشتیہ وقادریہ و نقشبندیہ ومجددیہ کافر ہیں۔

(اعتصام السنۃ ص ۷۔۸ مطبوعہ کانپور بحوالہ الفقیہ امرت سر جلد ۶۔ ۷ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۰۔ اگست ۱۹۲۳ء یوم دوشنبہ نمبر ۱۶ ص ۳ مطبوعہ امرت سر)

علامہ احمد علی حنفی اعظم گڑھی لکھتے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ وہابی نگار کہتا ہے کہ یہ لوگ بزرگان دین کے دشمن ہیں بالکل لغو اور غلط ہے سچ ہے صفائی ہو تو ایسی ہو۔ مردانگی تو اسی کا نام ہے اصل بات یہ ہے غیر مقلدین اپنی مرکزی کمیٹی کے ریزولیوشن پاس کردہ کے مطابق ان میں کا ایک تو بزرگان دین کو برا بھلا کہتا اور گالیاں دیتا رہتا ہے تو دوسرا اس کی پردہ پوشی کی ناپاک کوشش کرتا رہتا ہے اگر درحقیقت ان کی باتیں اخلاص پر مبنی ہوتی تو بہتر اور مناسب طریقہ یہ تھا کہ جو غیر مقلدین وہابی بے ایمان مسلوب الایمان پیشوایان مذہب وملت کی

توہین کرتے ایک طرفہ ہوکر اس مردود بے ایمان کی سرزنش کر کے عام اطلاع شائع کر دیتے کہ اگر پھر کوئی ایسا کرے گا تو آج سے اس کو مردود بارالٰہی سمجھائے گا ایسا تو کرتے نہیں اور کرتے ہی کیوں اس لئے کہ جس کو یہ غیر مقلدین وہابی اپنا پیشوا اور رہبر تصور کرتے ہیں وہی لوگ تو بزرگان دین خصوصاً حضرت امام الائمۃ سراج الامۃ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں دیتے رہتے ہیں اور الٹے مکاری اور دغابازی کا وعظ کہنا شروع کر دیتے ہیں جیسا کہ یہ وہابی نامہ نگار وعظ کہہ رہا ہے اور مفت کا رونا رو رہا ہے کہ اہل حدیث پر یہ اتہام اور وہ الزام لگایا جاتا ہے جو بالکل خلاف واقعات رہتا ہے دوستو ذرا غور سے دھیان لگا کر سنو اب میں ناظرین کرام کو دکھلانا چاہتا ہوں کہ ان غیر مقلدین وہابی مفتریان شریعت خداو رسول کے ناپاک اور خبیث دلوں میں بزرگان دین خصوصاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عزت اور بزرگی اور تعظیم اور توقیر کس قدر بھری ہے اور کہاں تک یہ مفتریان اپنے قول اور فعل کے سچے ہیں۔ برادران احناف اب ذرا غیر مقلدین وہابی کا جوش وہابیت اور نجدیت ملاحظہ ہو ابوالقاسم نو مسلم بنارسی علیہ ما علیہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کیا بکتا ہے۔ دیکھو کتاب الجرح علی ابی حنیفۃ مولفہ ابوالقاسم مذکور مطبوعہ سعید المطابع بنارس ۱۳۳۰ھ:۔

(۱) آپ نے قرآن وحدیث بالکل نہیں پڑھا یعنی امام اعظم (کتاب الجرح علی ابی حنیفۃ)

(۲) آپ کو علم تاریخ اور تفسیر مطلق نہ تھا (ایضاً)

(۳) آپ کے خیالات مانند شیخ چلی کے تھے (ایضاً) ﴿شیخ چلی ایک پاگل آدمی مشہور ہے﴾

(۴) ابوحنیفہ سے ایک حجام بہتر تھا۔ (ایضاً)

(۵) ابوحنیفہ کو علم وغیرہ سے بالکل مس نہ تھا۔ (ایضاً)

(۶) ابوحنیفہ کی فقہ بے علمی کی فقہ تھی۔ (ایضاً)

(۷) ابوحنیفہ علم حدیث میں ایسے کورے تھے کہ آپ کو ایک حدیث بھی نہ ملی۔ (ایضاً)

(۸) ابوحنیفہ ضعیف اور ان کے کل استاد اور کل شاگرد ضعیف۔ (ایضاً)

دوستوں! تعصب نے ان غیر مقلدین کو کس قدر دیوانہ بنا کر رکھا ہے اچھا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ضعیف اور ان کے استاد و شاگرد سب ضعیف۔ تو جناب امام بخاری صاحب جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ تف تف تف اس حسد اور بغض اور غیر مقلدین کے تعصب پر (غیر مقلدو خیال رہے)

(۹) ابوحنیفہ مرجیہ وجہمیہ زندیق تھے اور مرجیہ اسلام سے خارج ہیں لہٰذا حنفی بھی اسلام سے خارج ہیں۔

(۱۰) ابوحنیفہ کوفی ہے اور کوفی راویوں کی حدیث بے نور ہے۔

(۱۱) ابوحنیفہ کے نزدیک قرآن کی کچھ قدر نہیں۔

(۱۲) ابوحنیفہ نے شرک کی جڑ قائم کی لہٰذا وہ مشرک ٹھہرے۔

(۱۳) ابوحنیفہ مجتہد نہ تھے نہ ان میں شرائط اجتہاد موجود تھے۔

(۱۴) ابوحنیفہ شیطان کا سینگ تھا۔

(۱۵) ابوحنیفہ باغی تھا اور بغاوت ہی میں مر گیا۔

(۱۶) ابوحنیفہ کی تاریخ ولادت سگ ۸۰ھ یعنی آپ کی ولادت کتا کی عدد سے ملتی ہے۔

(۱۷) ابوحنیفہ کی تاریخ وفات بوکم جہاں پاک ۱۵۰ھ یعنی آپ مر گئے آپ کی بدبو سے جہاں پاک ہو گیا۔

(۱۸) ابوحنیفہ سے بڑھ کر مسلمانوں میں کوئی منحوس اور رذیل نہیں گذرا۔ (کتاب الجرح علی ابی حنیفۃ)

غرض کہ اس روسیاہ نے ایسے ہی لغویات سے ساری کتاب بھر دی ہے جس کا جی چاہے کتاب بہم پہنچا کر ملاحظہ کر لے۔ برادرانِ احناف ذرا ایک اور غیر مقلد کی شیطانیت ملاحظہ ہو:

فقہ نے اسلام کی جڑ اکھاڑ دی اور کوئی بادشاہ فقہ کی کتاب کو جلا دے یا دفن کر دے تو کتاب وسنت کی اشاعت ہو۔ (رسالہ بوئے غسلین مولفہ عبد الخلیل سامروی مطبوعہ در ۱۳۱۹ھ ص ۸ سطر ۹) اور ص ۲ میں فقہ اور قیاس کو اندرابن کا پھل لکھا ہے۔ کتب فقہ متداولہ میں الناس کے پڑھنے سے آدمی کافر ہو جاتا

ہے۔(بوئے غسلین) تقلید ائمہ دین کی لید سے بدتر ہے۔(معیار التقلید ص ۱۰ سطر ۸)۔

(الفقیہ امرت سر جلد ۶۔ ۲۳ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۲۳ء یوم چہار شنبہ نمبر ۷ اص ۲ مطبوعہ امرت سر)

یہ ماضی قریب کے غیر مقلدوں کا حال تھا اب اس زمانے کے وہابیوں کے بغض کو ملاحظہ فرمائیں۔اس بغض کی مثال غیر مقلدوں کا محقق خبیث محمد رئیس ندوی ہے جس کی ناروا زبان سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بچ نہ سکے (بقول نواب صدیق حسن یہ بدبخت گمراہ ہوا اور اپنے منہ کو اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیا) اس نے اپنی کتاب میں عنوان قائم کیا:

''امام ابوحنیفہ سے ان کے شرکیہ وکفریہ عقائد سے بار بار توبہ کرائی گئی۔۔۔۔۔موصوف ابوحنیفہ کسی گمراہ کن عقیدہ سے توبہ کرنے میں مخلص نہیں بلکہ تقیہ سے کام لیتے تھے''

(مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ ص ۱۲۴ طبع سنہ ۲۰۰۸ کراچی)

یہ ہے ان لوگوں کی سلفی تحقیق اللہ تعالیٰ ان بے دینوں سے ہمیں بچائیں۔

لامذہب زبیر علی زئی اور اس کے وہابی استاد کا جھوٹ:

لامذہب زبیر علی زئی کا صریح جھوٹ ملاحظہ فرمائیں: لکھتا ہے:

سائل نے عہد حاضر کے اہل حدیث پر یہ الزام لگایا ہے کہ یہ لوگ امام ابوحنیفہ کو گمراہ سمجھتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الزام باطل ہے۔جس کا سائل نے کوئی حوالہ اور ثبوت پیش نہیں کیا۔

(تحقیقی اصلاحی اور علمی مقالات ج ۲ ص ۱۲۸ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور اشاعت ستمبر ۲۰۰۹ء)

اسی طرح یہ کذاب زبیر علی زئی اپنے مناظرہ ''تقلید'' جو کہ مولوی قاری محمد چن دیوبندی مماتی سے ہوا تھا اس میں بھی کہتا ہے کہ ''ہم امام ابوحنیفہ سے محبت کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی حیثیت ہے ہم ان کا احترام کرتے ہیں یہ لوگ ہمارے (نام نہاد اہل حدیث) خلاف پروپگنڈہ کرتے ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں مانتے'' (وڈیو سی ڈی مناظرہ تقلید) اسی طرح ایک جگہ اسی مناظرہ میں جھوٹ کی انتہا کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''آپ ہمیں جو بھی کہیں لیکن ہم امام ابو

حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی گستاخی نہیں برداشت کریں گے"

یہ لا مذہب زبیر علی زئی کا صریح جھوٹ ہے اس لیے کہ اپنے مقالے میں چار صفحات پہلے مسئلہ منی پاک ہے یا ناپاک میں اسی خبیث محمد رئیس ندوی کا ذکر بھی کیا ہے اور خبیث محمد رئیس ندوی نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو گمراہ ہی نہیں بلکہ کافر ثابت کیا ہے۔ اور زبیر علی زئی نے اپنی کتاب امین اکاڑوی کا تعاقب کے صفحہ ۲۶ اشاعت فروری ۲۰۱۲ء میں اسی ندوی کی کتاب اللمحات الی مافی انوار الباری من الظلمات کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ زبیر علی زئی بڑے مزے سے کہتا ہے کہ یہ سائل کا الزام ہے۔ ایک طرف عہد حاضر کے غیر مقلدوں کو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو کافر کہنے لئے لفظ نہیں مل رہے ہیں اور دوسری طرف یہ کذاب کہتا ہے کہ یہ ہم پر الزام ہے۔

ابومحمد خرم شہزاد خبیث وہابی نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو کافر ثابت کرنے کے لیے ایک کتاب لکھی جس کے ٹائٹل پر لکھا ہوا ہے "ایک منفرد اور علمی کتاب الصحیفة من کلام ائمة الجرح و التعدیل علی ابی حنیفة" جس کا یہ مطلب ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو کافر ثابت کرنے کی ایک منفرد اور علمی کتاب، پوری کتاب میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ نہیں لکھا۔ اور اس خبیث نے شروع ہی میں لکھا:

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا جو بھی قرآن وحدیث کو چھوڑ دے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ ابو حنیفہ کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے قرآن وحدیث کو چھوڑ دیا۔ (صفحہ ۳)

زبیر علی زئی صاحب! آپ کا ہم مسلک ابومحمد شہزاد خبیث وہابی امام اعظم رضی اللہ عنہ کو گمراہ کہہ رہا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ یہ الزام ہم پر باطل ہے۔

دوسری طرف دیکھئے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جن کو غیر مقلدین بھی اپنا امام ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں نے اپنی کتاب طبقات الشافعیة الجز الاول ص ۲۰ مطبوعہ دار المدار الاسلامی بیروت الطبعة الاولیٰ ۲۰۰۴ء بتحقیق عبدالحفیظ منصور" شروع کرتے ہوئے امام اعظم رضی اللہ عنہ ے ساتھ "رضی اللہ عنہ" لکھا ہے اور امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی متوفی ۷۴۸ھ اپنی کتاب "دول الاسلام ج ۱ ص ۱۴۰ مطبوعہ دار صادر بیروت الطبعة الاولیٰ

۱۹۹۹ء بتحقیق حسن اسماعیل مروۃ ومحمود الارناؤوط'' میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ترجمہ شروع کرتے ہی ''فقیہ الملۃ'' لکھتے ہیں۔ نیز اسی طرح امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہم کے فضائل پر پوری کتاب لکھتے ہیں ''مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبیه ابی یوسف ومحمد بن الحسن مطبوعه المكتبة الازهرية للتراث جامعة الازهر الشريف طبع سنة ۱۹۹۹ء بتحقیق زاہد الکوثری''، جس کے شروع میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں یہ رسالہ ''فقيه العصر و عالم الوقت، ذی الرتبة الشريفة، والنفس العفيفة، والدرجة المنيفة، مفتی اهل الكوفة'' اور نام کے آخر میں لکھتے ہیں ''رضی الله عنه'' اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کو تابعین میں شمار کرتے ہیں ''وكان من التابعين لهم ان شاء الله باحسان'' (صفحہ ۷)

اسی طرح امام ابو محمد عبد القادر بن محمد ابو الوفاء قرشی حنفی متوفی ۷۷۵ھ اپنی کتاب شروع کرتے ہی لکھتے ہیں: ''الامام الاعظم''

(الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ الباب الثالث ج ۱ ص ۴۹ مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیۃ الریاض الطبعۃ الثانیۃ ۱۹۹۳ء بتحقیق الدکتور عبد الفتاح محمد الحلو)

لیکن دوسری طرف یہ غیر مقلدین امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو کافر ثابت کرتے ہیں اور اوپر سے یہ دعویٰ کیا کہ یہ سب سندیں صحیح ہے ہم ایسی سندوں پر لعنت بھیجتے ہیں جس میں امت مسلمہ کے سب سے عظیم فقیہ اور رہنما (جس کی تابعداری امت کے سب سے زیادہ لوگوں نے کی ہیں) کو کافر ثابت کیا جائے۔ غیر مقلدین نے عجیب تماشہ بنایا ہوا ہے کہ کوئی کافر کافر کہتے نہیں تھکتا اور کوئی کہتا ہے کہ ہم نے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی توہین کی ہی نہیں۔ کتنے جھوٹے ہیں۔

اسی زبیر علی زئی کے مسلکی بھائی خبیث محمد بن عبد اللہ ظاہری سندھی نے ''امام ابو حنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں''، لکھی اس میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کو کافر اور گمراہ ثابت کیا۔ عرض ناشر میں لکھتے ہیں:

جب یہ کتاب احوال ابی حنیفہ واصحابہ...... عربی زبان میں الجامعہ الستاریہ کراچی اور دیگر علمی اداروں اور حلقوں میں پہنچی تو اہل علم حضرات نے اسے بہت پذیرائی بخشی اور داد تحسین دی اور مصنف کی اس علمی کاوش کو بہت سراہا (امام ابو حنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں عرض ناشر اور ترجمہ کا سبب مطبوعہ مکتبہ الاسلامیہ کراچی)

اس کتاب میں ایک باب باندھا ابوحنیفہ کے مثالب (زخم جوانہوں نے امت کو دیئے) اس کے بعد بڑی گستاخی سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو کافر ثابت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو

(امام ابوحنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۲۳ تا ۳۴ مطبوعہ مکتبہ الاسلامیہ کراچی)

اس کے بعد باب باندھا خلق قرآن کے متعلق ابوحنیفہ کے اقوال:

اس کے بعد بڑی بے دردی سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو کافر، گمراہ برائیوں کا رہبر ثابت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو

(امام ابوحنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۳۵ تا ۳۸ مطبوعہ مکتبہ الاسلامیہ کراچی)

اسی طرح پوری کتاب جو ۲۱۱ صفحات پر مشتمل ہے میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ نازیبا الفاظ استعمال کئے جو کسی عام آدمی کے لئے بھی کوئی استعمال نہیں کرسکتا لیکن اس خبیث نے امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اتنے بڑے امام، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال کئے۔

جب فقیر نے اس کتاب کی تقریظ مطالعہ کی تو بڑا تعجب ہوا کہ ایک طرف لمبی داڑھی والا زبیر علی زئی کہتا ہے کہ یہ ہم پر الزام ہے کہ ہم امام اعظم رضی اللہ عنہ کو گمراہ کہتے ہیں لیکن دوسری طرف اس کتاب پر تقریظ اسی زبیر علی زئی کے استاذ اور ان کے نزدیک عالم، محقق، ثقہ، امین، محب اللہ راشدی کی ہے۔ کتنا بے شرم ہے یہ غیر مقلد زبیر علی زئی کہ کہتا کہ یہ ہم پر الزام ہے۔

اسی طرح زبیر علی زئی کا استاذ بھی بہت جھوٹا شخص تھا جس نے پیر بن کر پیروں کو بدنام کیا ہے۔ زبیر علی زئی کے استاد پیر بدیع الدین راشدی لکھتے ہیں:

کن مجہول انسانوں سے آپ نے نقل کیا ہے کہ وہ امام صاحب کی تحقیر کرتے ہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کون ایسا اہل حدیث ہے جو اس طرح کہا گا؟

(مروجہ فقہ کی حقیقت (مترجم محمد ابراہیم طارق) ص ۴۸ مطبوعہ الدار الراشدیہ موسیٰ لین لیاری کراچی)

یہ جھوٹا پیر دوسری جگہ لکھتا ہے:

پھر آپ اہلحدیثوں پر الزام کیوں لگاتے ہیں کہ یہ اماموں کی توہین کرتے ہیں؟ مہربانی کرکے ایسے

الزاموں کو واپس لیں۔

(مروجہ فقہ کی حقیقت (مترجم محمد ابراہیم طارق) ص ۷۳ مطبوعہ الدار الراشدیہ موسیٰ لین لیاری کراچی)

اسی طرح غیر مقلدوں کے مستند عالم محمد عبد عباسی جھوٹ کا ریکارڈ قائم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ سلفی حضرات ائمہ اربعہ کو ناپسند کرتے ان کو برا بھلا کہتے ہیں ان پر طعن وتشنیع کرتے ہیں جبکہ یہ لوگ محض عداوت و دشمنی میں ایسی باتیں کہتے ہیں۔ ان الزامات کا ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا احترام اور ان کی قدر و منزلت سب سے زیادہ سلفی حضرات ہی کرتے ہیں۔ (سلفیت تعارف وحقیقت (مترجم عبد الغفار مدنی وہابی) ص ۱۸۳ مطبوعہ الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ پاکستان)

اسی طرح آپ کے مسلکی کذاب مناظر محمد یحییٰ عارفی وہابی جوتی کی پوجا کی سرخی لگا کر لکھتے ہیں۔

اسلام میں عبادت و پوجا صرف اللہ کا حق ہے جب کہ ان مقلدین کے ہاں جوتی کی پوجا بھی جائز ہے۔

(کتاب المعرفۃ والتاریخ ج ۲ ص ۷۸۴ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۷۴، المجروحین ج ۳ ص ۷۳)

(تحفہ احناف بجواب تحفہ اہل حدیث (۳) مسئلہ طلاق ص ۱۲۴ مطبوعہ مکتبہ دفاع وسنت لاہور)

قارئین دیکھئے یہ کذاب مناظر یہاں پر امام اعظم رضی اللہ عنہ کو مشرک کہہ رہے ہیں حالانکہ یہ اتنا کذاب ہے کہ کتاب کے شروع میں کہتے ہیں۔

تمام اہل حدیث بزرگان دین ائمہ کرام اولیاء عظام کی غایت درجہ تکریم کرتے ہیں اور ان سے والہانہ محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔

(تحفہ احناف بجواب تحفہ اہل حدیث (۳) مسئلہ طلاق ص ۴۳ مطبوعہ مکتبہ دفاع وسنت لاہور)

نیز یہ غیر مقلدوں کا مناظر محمد یحییٰ عارفی وہابی لکھتے ہیں۔

(امام ابن قتیبہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کر کے اس روایت کے آخر میں لکھتے ہیں) فقیہ امت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کو سن کر ابو حنیفہ نے کہا

''هذا قضاء الشيطان '' یہ شیطان کا فیصلہ ہے۔ کتاب تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ ص ۳۸ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ)

غور کیجئے! صحابی کے فیصلہ کو شیطان کا فیصلہ قرار دینے والے کون؟ جن کے اکابرین کا یہ ظلم ہے ان کے شتونگڑے کیا کیا گل کھلاتے ہوں گے۔

(تحفہ احناف بجواب تحفہ اہل حدیث (۳) مسلہ طلاق ص ۱۸۳۔۱۸۴ مطبوعہ مکتبہ دفاع وسنت لاہور مصدقہ غیر مقلد مفتی مبشر ربانی غیر مقلد وداؤد ارشد وصدیق رضا کراچوی)

یہ ہے محمد یحییٰ عارفی وہابی کی غایت درجے کی تکریم اوران سے والہانہ محبت وعقیدت کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کو مشرک کہو اور کہو یہ ان کی غایت درجے کی تکریم ہے اور یہ ان سے والہانہ محبت وعقیدت ہے۔

یہ وہابی لوگ اتنے جھوٹے ہیں کہ جس کی کوئی مثال نہیں یا تو یہ سمجھتے ہیں کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے سے اس کی تحقیر نہیں ہوتی مثلا کوئی حنفی یہ کہی کے زبیر علی زئی کافر ہے اوراس کا استاد کافر ہے تو کوئی وہابی غصہ میں نہ آئیں اس لیے کہ ہم نے تو زبیر علی زئی اوراس کے استاد کی کوئی تحقیر ہی نہیں کی صرف اتنا کہا ہے کہ یہ دونوں کافر ہیں۔

لامذہب زبیر علی زئی کا جھوٹا عقیدہ:

یہ لامذہب اتنا بڑا کذاب ہے کہ بڑے کھلے الفاظوں میں اپنے جھوٹا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جنت کا راستہ''

ہمارا عقیدہ: ہم تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو عدول اور اپنا محبوب مانتے ہیں۔ تمام صحابہ کو حزب اللہ اور اولیاء اللہ سمجھتے ہیں ان کے ساتھ محبت کو جز وایمان تصور کرتے ہیں۔ جوان سے بغض رکھتا ہے، ہم اس سے بغض رکھتے ہیں۔ ہم تابعین وتبع تابعین اور ائمہ مسلمین مثلاً امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابوحنیفہ، امام بخاری، اما مسلم، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابوداؤد، اور امام ابن ماجہ وغیر ہم رحمہم اللہ سے محبت اور پیار کرتے ہیں۔ اور جو شخص ان سے بغض رکھے ہم اس سے بغض رکھتے ہیں۔

(تحقیقی اصلاحی اور علمی مقالات ج اص ۲۷۔۲۸ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور اشاعت مارچ ۲۰۰۸ء)

زبیر علی زئی کذاب کی بددیانتی:

۱۹۹۴ء میں طریق الجنۃ المعروف جنت کا راستہ'' رسالہ شائع کیا ص ۴ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کو ثقہ تابعین ائمہ مسلمین سے شمار کرتے ہوئے دوسرے ائمہ کے ساتھ پہلے نمبر پر لکھا۔ ۲۰۰۸ء میں اب اسی مضمون کو ''مقالات'' میں شائع کیا تو جنت کا راستہ سے انحراف کرتے ہوئے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کو پہلے نمبر کے بجائے چوتھے نمبر پر لے آئے اور اپنی علمی بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے ثقہ کے الفاظ حذف کر دیے۔

نیز اسی طرح زبیر علی زئی کذاب کی طرح غیر مقلدوں کے ثقہ عالم اور نذیر حسین دہلوی کا شاگرد محمد شاہ جہان پوری بھی ایک کذاب شخص تھا جو کہ زبیر علی زئی کذاب کی طرح ''اہل حدیث کے عقائد و اعمال اور مذہب'' کی ہیڈنگ لگا کر کہتا ہے:

ائمہ اربعہ و دیگر ائمہ حدیث وغیر ہم کو پیشوائے امت اور اپنا ہادی اور راہنما یقین کرتے ہیں۔

(الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۲۹ مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ اشاعت ستمبر ۲۰۰۶ء)

بڑے واضح الفاظ میں اس کذاب زبیر علی زئی نے اپنا جھوٹا عقیدہ بیان کیا کہ ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پیار و محبت کرتے ہیں۔ اور جو شخص ان سے بغض رکھے ہم اس سے بغض رکھتے ہیں۔

اس کذاب کے نزدیک پیار و محبت اس کو کہتے ہیں کہ کسی کو کافر، جہمی وغیرہ وغیرہ کہو تو یہ اس کے نزدیک پیار و محبت ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کو کافر اور نہ جانے کیا کیا برے الفاظ سے پکارے اس کو یہ زبیر علی زئی شیخ اور بڑے بڑے القاب سے یاد کرے تو یہ زبیر علی زئی کے نزدیک بغض نہیں ہوتا۔

نیز یہاں سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جنت کا راستہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے پیار و محبت ہے اور جو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بغض و عناد رکھے اس سے بغض رکھنا یہ جنت کا راستہ ہے۔ اور جو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے وہ دوزخ کے راستہ پر ہیں۔ زبیر علیزئی کی اپنی تحقیق سے ثابت ہوا کہ وہابی جہنم کے راستے پر ہیں اور الحمدللہ احناف کثرھم اللہ تعالی جنت کے راستے پر ہیں۔

کذاب زبیر علی زئی کی جھوٹ کی انتہاء

جب فقیر ناچیز نے اس مضمون کو مکمل کیا تو فقیر ناچیز کو اس کذاب کی یہ کتاب ''تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء للبخاری'' ملی۔ جب فقیر نے اس میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ترجمہ (ص ۱۱۳۔۱۱۴ برقم ۳۸۲ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیۃ لاہور ۱۴۳۳ھ) اور اس پر کذاب زبیر علی زئی کی تحقیق کو پڑھا تو فقیر ناچیز کو بڑا دکھ ہوا۔

اب فقیر اس زبیر علی زئی کذاب کو کیا کہے کیونکہ صریح جھوٹ کو وہ حضرو کی تحقیق بنا دیتا ہے۔ زبیر علیزئی اس ایک ایک گستاخی کا جو آپ ہمارے ائمہ مجتہدین فقہاء احناف کی کرتے پھرتے ہوں قبر میں دینا ہوگا۔ اور آپ کا خاتمہ اچھا نہیں ہوگا۔ جیسے کہ آپ کے مجتہد فرماتے ہیں۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دشمنوں وہابیوں اور خصوصاً زبیر علی زئی کذاب کو ان کے شیخ الاسلام اور زبیر علیزئی کذاب کے مذہب کے ہیرو ثناء اللہ امرتسری ان وہابیوں اور زبیر علی زئی کے لئے دعا گو ہے:

خداوند کریم امام الائمہ امام ابوحنیفہ کے دشمنوں اور ان کے خلاف چلنے والوں کو ہدایت دے آمین۔

(نقوش ابوالوفا ص ۲۵۵ مطبوعہ ادارہ ترجمان السنہ کشمیری بازار لاہور تاریخ اشاعت جنوری ۱۹۶۹ء)

ثقہ غیر مقلد عبدالمنان وزیر آبادی کا فتویٰ زبیر علی زئی کے استاد محب اللہ راشدی کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا:

غیر مقلدوں کے امام العصر محمد ابراہیم میر سیالکوٹی حافظ عبدالمنان وزیر آبادی غیر مقلد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

آپ ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔

(تاریخ اہل حدیث ص ۴۸۶ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور اشاعت ۲۰۱۱ء)

نیز اس کذاب کی کتب پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لقب

''امام اعظم'' سے سخت چڑ ہے لیکن دوسری طرف ان کے امام سید محمد نذیر حسین دہلوی، مولوی محمد جونا گڑھی، وہابیوں کے مستند عالم محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، وہابیوں کے مستند عالم حکیم صادق سیالکوٹی، محمد داؤد ارشد جو کہ میرے امام رضی اللہ عنہ کے لئے ''امام اعظم'' کا لقب استعمال کر کے زبیر علی زئی کے زخموں پر نمک چھڑکتے ہیں۔

زبیر علی زئی کے امام سید محمد نذیر حسین دہلوی تلوار اٹھا کر زبیر علی زئی پر وار کرتے ہوئے وہابیوں کے مشہور اور مستند کتاب ''معیار الحق'' کے باب اول کو شروع کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فضائل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے۔

(معیار الحق ص ۲۹ مطبوعہ جامعہ تعلیم القرآن والحدیث تاریخ اشاعت مئی ۲۰۰۷ء بتحقیق محمد یحییٰ گوندلوی)

نیز اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

امام اعظم

(فتاویٰ نذیریہ کتاب التقلید والاجتہاد ج ا ص ۱۲۹ مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث حافظ پلازہ مچھلی منڈی اردو بازار لاہور اشاعت جولائی ۲۰۱۰ء)

زبیر علی زئی کا مستند و مشہور عالم مولوی محمد جونا گڑھی لکھتا ہے:

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ......

(اخبار محمدی دہلی صفحہ ۴ بابت ۱۵ جولائی ۱۹۳۹ء مطابق ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ جلد ۱۶ نمبر ۲۱)

نیز دوسری بار زبیر علی زئی کو زخمی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ......

(اخبار محمدی دہلی صفحہ ۴ بابت ۱۵ جولائی ۱۹۳۹ء مطابق ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ جلد ۱۶ نمبر ۲۱)

غیر مقلدوں کے امام العصر محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں۔

حافظ ذہبی اپنی دوسری کتاب ''تذکرہ الحفاظ'' میں آپ کے ترجمہ کے عنوان کو معزز لقب امام اعظم

سے مزین کر کے آپکا جامع اوصاف حسنہ ہونا ان الفاظ میں ارقام فرماتے ہیں:

کان اماماورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان لا یقبل جوائز السلطان بل یتبحر ویکتب۔

ترجمہ: آپ (دین کے) پیشوا صاحب ورع، نہایت پرہیز گار عالم باعمل تھے (ریاضت کش) عبادت گزار تھے۔ بڑی شان والے تھے۔ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے بلکہ تجارت کر کے اور اپنی روزی کما کر کھاتے تھے۔ (تاریخ اہل حدیث ص ۷۹۔۸۰ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور اشاعت ۲۰۱۱ء)

زبیر علی زئی کے مستند عالم محمد حکیم صادق سیالکوٹی لکھتا ہے:

آپ کی طبیعت کی صفائی پاکیزگی اور ذہن کی رسائی مشہور تھی دماغ بڑا موزوں حافظہ بلا کا اور قوت استدلال بہت زبردست تھی۔ تائید ایزدی سے آپ علم کی معراج کو پہنچ گئے۔ آپ کے ہمعصر لاینحل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علم کی خوبیوں اور بلندیوں کے سبب آپ امام اعظم کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے علم کی دولت پائی۔ آپ کے شاگرد امامت علم کے مرتبوں کو پہنچ گئے جن میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور ہیں۔

(سبیل الرسول مع تحقیق وتخریج ص ۱۸۹۔۱۹۰ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور تاریخ اشاعت اکتوبر ۲۰۰۴ء)

غیر مقلد محمد داؤد ارشد لکھتا ہے:

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے......

(حاشیہ سبیل الرسول ص ۱۸۹ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور تاریخ اشاعت اکتوبر ۲۰۰۴ء)

محمد داؤد ارشد وہابی کا احناف پر بہتان باندھنا:

غیر مقلدوں کا یہ کذاب مناظر محمد داؤد ارشد لکھتا ہے:

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی تقویٰ علم وفضل اور جلالت شان اپنی جگہ پر درست اور مسلم ہے لیکن خواہ مخواہ عقیدت کی رو میں بہہ کر خلاف واقعہ باتیں ان کے حق میں گھڑ کر فرضی مرتبے قائم

کرنا درست نہیں۔ یہ بات بھی آپ کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر ان کے حق میں دعا کی تھی حالانکہ یہ محض جھوٹ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ۴۰ھ فوت ہوئے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی وفات کے چالیس سال بعد ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ افسوس! خوش فہم لوگ بزرگوں کی فرضی شان قائم کرنے کے لئے کیسے کیسے افسانے تراشتے ہیں۔

(سبیل الرسول مع تحقیق وتخریج ص ۱۸۹ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور تاریخ اشاعت اکتوبر ۲۰۰۴ء)

یہ محمد داؤد ارشد کا سو فیصد جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ احناف کثرھم اللہ کے نزدیک یہ مشہور نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو دعا دی تھی بلکہ احناف کثرھم اللہ تو یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی اولاد کی دعا دی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات بیان کرتے ہیں۔ لیکن یہ کذاب احناف پر یہ بہتان تراشتا ہے اصلی حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

ذهب ثابت الى على بن ابى طالب وهو صغير فدعا له بالبركة فيه وفى ذريته ونحن نرجو من الله ان يكون قد استجاب الله ذلك لعلى بن ابى طالب فينا۔

ترجمہ: (امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے والد) ثابت رحمۃ اللہ علیہ جب کہ وہ چھوٹے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ثابت کے لیے ان کی اولاد کے لیے دعا کی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اس نے ہمارے حق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی ہے۔

تخریج: اس روایت کو امام ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ نے ”تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت“ میں امام ابوعبداللہ حسین بن علی متوفی ۴۳۶ھ نے ”اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری ص ۲ مطبوعہ مطبعۃ المعارف الشرقیۃ حیدرآباد بھارت طبع سنۃ ۱۹۷۴ء“ میں امام یوسف بن زکی المزی متوفی ۷۴۲ھ نے ”تہذیب الکمال ج ۲۹ ص ۴۲۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۸۰ء بتحقیق بشار عواد معروف“ میں امام محمد بن احمد بن عثمان ذہبی متوفی

۷۴۸ھ نے ''سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۳۹۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ التاسعۃ ۱۴۱۳ھ بتحقیق شعیب الارنؤوط ومحمد نعیم العرقسوسی'' میں امام ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے ''تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۰۱ برقم ۸۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۸۴ء'' میں امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے ''تبییض الصحیفۃ بمناقب ابی حنیفۃ ص ۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت'' میں علامہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف صالحی متوفی ۹۴۲ھ نے 'عقود الجمان ص ۳۷ مطبوعہ مکتبۃ الشیخ کراچی'' میں امام شیخ شہاب احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۳ھ نے ''الخیرات الحسان ص ۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت'' میں امام تقی الدین عبدالقادر مصری حنفی متوفی ۱۰۱۰ھ نے ''الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ ترجمۃ الامام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۸۷ مطبوعہ القاہرۃ مصر الطبعۃ الاولی ۱۹۷۰ء بتحقیق عبدالفتاح محمد الحلو'' میں نقل کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

وہابیوں غیر مقلدوں جواب دو

غیر مقلد وہابی مولوی سعید بن یوسف زئی لکھتا ہے کہ:

شاہد کے معنی گواہ کے ہوتے ہیں مگر صاحب کنز الایمان نے اس کے مترادف معنی حاضر و ناظر لکھے ہیں اس لئے کہ یہ معنی ان کے مشرکانہ عقائد کے عین مطابق ہیں پھر ہم بادلیل کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے لئے حاضر و ناظر عین گستاخی ہے اس لئے حاضر و ناظر وہ ہوتا ہے جو درجہ میں چھوٹا ہوتا ہے مثلاً جیسے عدالت میں قاضی کہتا ہے کہ ملزم کو حاضر کیا جائے یا آقا غلام کو حکم دیتا ہے کہ حاضر ہو جاؤ۔۔۔

(کنز الایمان ایک اہل حدیث کی نظر میں، ص ۴، ناشر مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ اہل حدیث چوک کورٹ روڈ کراچی)

سوال یہ ہے کہ اگر حاضر کہنا حضور ﷺ اس وجہ سے گستاخی ہے کہ حاضر ہونے والا درجہ میں چھوٹا ہوتا ہے تو پھر اللہ تبارک وتعالی کے لئے حاضر کا لفظ استعمال کرنا بدرجہ اولیٰ گستاخی ہوگا اور اگر اس گستاخی سے بچنے کے لئے تم یہ کہو کہ حاضر ہونا اللہ کی صفت نہیں تو نبی پاک ﷺ کے لئے حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا شرک کیسے ہوا۔۔۔؟

جشن ولادت کے منکر اپنے بچے کی
ولادت کی خوشیاں منا رہے ہیں۔



باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت ABC CERTIFIED پاکستان کے ہر روزنامہ سے زیادہ

SUNDAY, JULY 12, 1987.

THE DAILY JANG LAHORE

روزنامہ جنگ لاہور

۱۲ صفحات

قیمت فی پرچہ ۲ روپے

نمبر ۲۲۵

اتوار ۱۵ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ ۱۲ جولائی ۱۹۸۷ء

عبارت: علامہ حبیب الرحمٰن یزدانی مرحوم کے بیٹے
کی ولادت پر خوشی کا اظہار

میاں چنوں (نامہ نگار) جمعیت اہلحدیث پاکستان کے نائب ناظم اعلیٰ علامہ حبیب الرحمٰن یزدانی مرحوم کی بیوہ کے ہاں بیٹے کی ولادت کی خوشی میں جامع مسجد اہلحدیث میاں چنوں میں جماعت کے سرکردہ افراد چودھری احمد علی، حاجی محمد عیسٰی، حاجی محمد اصغر، حاجی محمد اشرف، بلال مجید اور حافظ عبدالستار حماد کی جانب سے مٹھائی تقسیم کی گئی اور بچے کی صحت کیلئے دعا مانگی گئی۔